

الحمد لله الذي هدانا لهذا
الحمد لله الذي هدانا لهذا
الحمد لله الذي هدانا لهذا
الحمد لله الذي هدانا لهذا

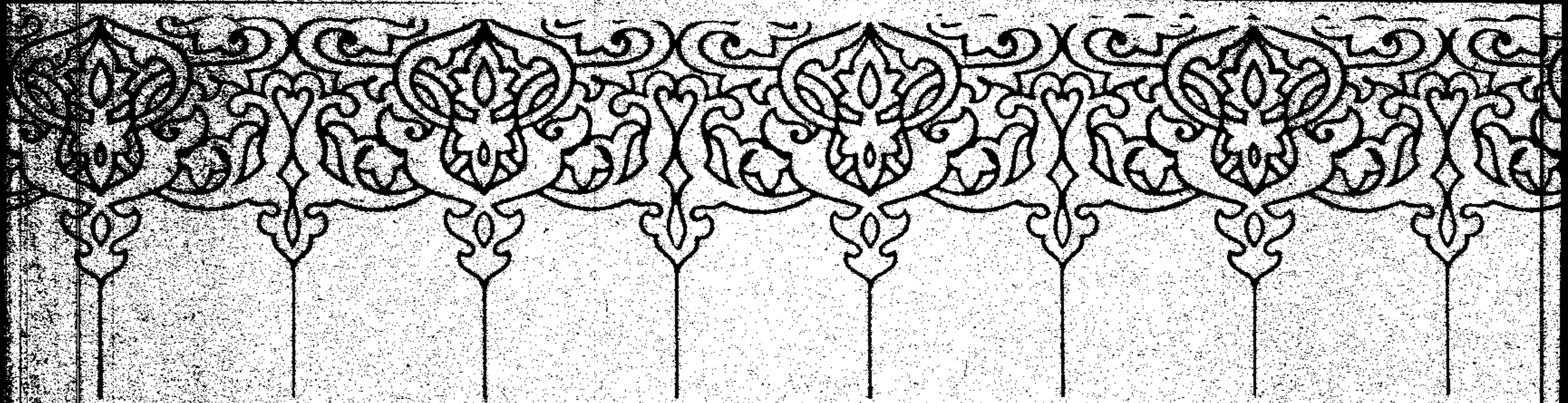
الحمد لله الذي هدانا لهذا

اكوثره ختك عالمي وديني مجله

ما هبنا
البيان
ع

بياد شيخ الحديث خضر مولانا عبد الحق رضي الله عنه باني دار العلوم حقانيه

مدني مولانا سمیع الحق



فرمانِ رسول ﷺ

حضرت علی ابن ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
 ”جب میری امت میں چودہ خصوصیات پیدا ہوں تو اس پر میری ناراضی ہونا شروع ہو جائے گی۔“
 دریافت کیا گیا کہ یہ رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
 - امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے۔
 - زکوٰۃ جس زمانہ مخصوص ہوئے نہ لگے۔
 - شوہر بیوی کا مصلح ہو جائے۔
 - بیٹا ماں کا آفسر مانا جانے۔
 - اہل روہتوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
 - مساجد میں شور مچایا جائے۔
 - قوم کا ذلیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
 - آدمی کی عزت اس کی ہارائی کے ذریعے ہونے لگے۔
 - نشہ آور اشیا گھس گھس کر استعمال کی جائیں۔
 - مرد ہر شے پر ہنسیں۔
 - آلات موسیقی کو غنیمت سمجھا جائے۔
 - رقص و سرور کی محفلیں سچائی کی جگہ پر آجائیں۔
 - اس وقت کے لوگ اکٹوں پر تعین کرنے لگیں۔
- تو لوگوں کو چاہیے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الہی کے منتظر رہیں خواہ مروجِ اندھی
 کی شکل میں آئے یا زور کے کی شکل میں یا صاحبِ سبب کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی
 شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعة)

منیہ انبے

داؤد ہرکولیس کیمیکلز لمیٹڈ

اس کی جڑیں نور و آفتاب کو پیش کی مصلحت سے ہیں

الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

اکوڑہ خٹک

ماہنامہ

الحق

جلد نمبر: ۲۳
شمارہ: ۲
صفر، ربیع الاول ۱۴۰۹ھ
نومبر: ۱۹۸۸

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدین
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
معاون مدین
مولانا عبدالقیوم حقانی ○ شفیق بن ارقم

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیکٹنگ سٹم
۲۳۵/۲۲۱/۲۳۰
کوڈ نمبر: ۵۲۳۱۶

اسٹیکس کے مضامین

- نقش آغاز _____ مولانا عبدالقیوم حقانی ۲
- (ملک کے تازہ اور نازک ترین صورتحال اور اسلامیات پاکستان کے ذمہ داریات)
- صحبتے باہل حق (صحبت یار آخر شد) _____ افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ۸
- اسلام میں طلاق کا قانون اور اس کا فلسفہ _____ مولانا شہاب الدین ندوی ۱۷
- شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سانچہ ارتحال پر ہم گیر سوگ اور عالمی تعزیت _____ ادارہ ۳۱
- شہید آزادی سید احمد شہید _____ پروفیسر عتیق الرحمن سمبھلی ۲۳
- کسب حلال، صدق مقال، حسن اعمال، خیر المال _____ مولانا قاضی محمد زاہد حسینی ۵۳
- قرن اول کی ادائوں کا امیں بھی چل بسا (منظوم) _____ مولانا محمد ابراہیم فانی ۵۷
- افکار و تاثرات (امام بخاری کے مزار پر مولانا عبدالحق کے لیے تعزیتی مجلس) _____ مولانا اشرف علی قریشی ۵۹
- تعارف و تبصرہ کتب _____ شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان

بند اشتراک: پاکستان میں سالانہ ۵۰ روپے - فی پرچہ ۵ روپے - بیرون ملک بھی ۱۰ روپے - بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ
سمیع حق استاد دارالعلوم حائیر نے منظور عام پریس شپاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حق دارالعلوم حقانیا کوڑہ خٹک سے شائع کیا

نقشِ اغانہ

ملک کی تازہ اور نازک ترین صور حال

اور اسلامیانِ پاکستان کی ذمہ داریاں

ملک میں عام انتخابات کے انعقاد میں مرنے پھرنے والوں کا فاصلہ باقی رہ گیا ہے جب کہ پنجاب میں سادی اور سندھ میں تخریبی اعمال کے حالیہ آفتوں کے اثرات تاہنوز باقی ہیں۔ پنجاب سیلاب کی آفتِ ناگہانی کے جس عذاب سے گزرا ہے اس کے روح فرسا منظر نے پورے ملک کے باشندوں کو دلگیر اور رنجیدہ کر دیا ہے۔ ہزاروں افراد لقمہ اجل بنے سینکڑوں دیہات اور لاکھوں مکانات منہدم اور معدوم ہو گئے۔ لاکھوں افراد بے گھر اور نان و نفقہ کے محتاج ہو گئے۔ سرکاری سطح پر آنت رسیدہ گان کے لئے جو کچھ کیا گیا وہ اس سے بہت کم تھا جو کچھ نشر کیا گیا تاہم فوج کے جوان جس بہت شجاعت اور اخلاص و محبت کے ساتھ اہل وطن کی خدمت کرتے رہے وہ بہر حال لائق تحسین اور قابلِ صدا فرین ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سکریٹری جنرل اور دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ بھی اس موقع پر سیلاب زدہ علاقوں میں تشریف لے گئے۔ وہاں کے دردناک مناظر اور مظلوم و تباہ حال انسانیت کی حالتِ زار دیکھی تو جمعیۃ علماء اسلام کے مخلص اور فعال کارکنوں کو آنت رسیدہ گان کی فوری مدد کے لئے کیمپ لگانے اور تدبیر تنظیم اور باقاعدہ طور پر کامیاب حکمتِ عملی سے ان کی مدد کرنے کے لئے بھرپور تعاون کی ہدایات دیں اور الحمد للہ کہ جمعیۃ کے کارکنوں نے اپنی کمزور مقرررت اور محدود وسائل کے باوجود جو کام کیا بہت خوب کیا و اجر ہم علی اللہ۔

باقی سیاسی جماعتوں کو بھی جو قوم و ملک کے لئے خود کو نجات دہندہ باور کراتی ہیں اس موقع پر بھرپور خدمت کا مظاہرہ کرنا چاہئے تھا۔ اس طرح انتخابات کی قربت کے پیش نظر بلا رسیدہ اہل وطن سے ایک رابطہ بھی قائم ہو جاتا۔ مگر چند ایک سماجی تنظیموں اور ایک دو سیاسی جماعتوں کے چند کیمپوں کے سوا کچھ بھی نظر نہ آیا۔ اکثر سیاسی قائدین اور رہنمایان قوم نے اخباری بیانات کے حد تک اظہارِ افسوس کیا اور بس! اے کاش! ہمارے ملک کے سیاسی قائدین اور قومی رہنما حصولِ اقتدار کے بجائے قوم کے معاشی اور قومی و ملی مشکلات، ملکی مسائل کا حل اور

اور دکھی و مظلوم انسانیت کی خدمت عملاً بھی اپنے سیاسیات کا اولین ہدف بنالیتے تو قومی ترقی، ملی اور اجتماعی شعور کی پختگی اور ملکی استحکام کو مزید تقویت پہنچتی۔ مگر افسوس! کہ نہ حال سیاسی جماعتوں میں اس نوعیت کی خدمت خلق کا کوئی ذوق اور اس کی کوئی نمایاں جھلک دیکھنے میں نہیں آئی۔

○ صوبہ سندھ یا مخصوص حیدر آباد اور کراچی میں لسانی اور نسلی امتیازات کے جو بیچ مسلسل کئی سالوں سے بوئے جارہے تھے ان کی فصل لاقانونیت کی شکل میں پک چکی ہے۔ مفاد پرست اور موقع شناس عناصر، غیر ملکی ایجنٹ اور تحریک کار قتل و غارت گری کے لائق ہی سلسلے کی صورت میں اس فصل کو کاٹ رہے ہیں۔ پوری قوم ایک کرہناک فضا سے دوچار ہو چکی ہے۔ سندھ مسلسل فسادات کے پیش نظر ایک منتقل بن چکا ہے۔ علاقہ پر چھائی ہوئی وحشت و بربریت اور غم و اندوہ کی گہری دھند اور ہمیت کے ایسے ایسے مظاہر سامنے آئے ہیں جن کے سامنے جلیا نوالہ باغ امرتسر میں جنرل ڈائر کی سفاکی و صابرہ اور شہیدہ کیپیول میں یہودی بھیڑیوں کی درندگی، ڈھا کیس ملکی باہنی کے ایک خونخوار افسر اور اس کے کئی ایک ساتھیوں کی زمین پر پڑے ہوئے ایک شخص کے پیٹ میں سنگین اتارنے کا وحشیانہ کردار، تقسیم ہند کے فسادات مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کے قتل عام، مراد آباد اور میرٹھ کی حالیہ خول ریزیاں بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔ ایسا قتل عام ہوا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ یہ خوں ریزی ملکی سالمیت اور قومی وحدت کے خلاف ایک گھناؤنی سازش ہے جو عوام سے کہیں زیادہ ارباب سیاست اور اہل اقتدار پر عیاں ہے۔ ارباب حکومت، اہل سیاست اور قومی رہنماؤں کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ حصول اقتدار کی مساعی، اپنے مفادات کے تحفظ اور محض نعرہ بازی کی سیاست سے نکل کر اس قدر سنگین، حساس اور قومی و ملی اہمیت کے حامل نازک ترین حالات اور واقعات کا انتہائی سنجیدگی سے نوٹس لیں اس سے قبل کہ خدا نخواستہ کوئی انہونی ہو جائے اور قوم کو کسی ناگہانی آفت سے دوچار ہونا پڑے انہیں کوئی نہ کوئی راہ عافیت تلاش کر لینی چاہئے۔

○ ملک میں خالص دینی و مذہبی اور مضبوط سیاسی قیادت اور مستحکم سیاسی حکومت کے فقدان، پنجاب میں سیلاب کی تباہ کاریوں اور سندھ میں خوف، دہشت، کشیدگی اور باہمی خانہ جنگی کی بڑی گہری فضا کے باوجود احمد لہٰذا کہ قوم مجموعی طور پر کسی بے یقینی، ذہنی شکست اور اعصابی کشیدگی سے دوچار نہیں ہوئی۔ بلکہ بعض حالات میں بڑے عزم اور استقلال کے مظاہر بھی سامنے آئے ہیں۔ فوج نے تاہم نوزجس شخص حسن روش اور ملک کے سیاسی استحکام جس تاریخی کردار کا مظاہرہ کیا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے خوش آئند اور قابل تحسین ہے قوم کے اس مجموعی ثبات، عزیمت اور استقامت کے بھرپور مظاہرہ سے ملک دشمنوں کے تمام منصوبے، مفروضے اور اندیشے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ اور یقین ہے کہ اللہ کریم مستقبل قریب کے نازک ترین اور ملکی تقدیر کے حساس ترین مرحلے میں بھی اسلامیان

پاکستان پر اپنی جنتوں اور بے پناہ فضل و عنایت کے طفیل اپنا کرم فرمائے گا اسی کے بھروسہ، اور اسی کی غیبی نصرت اور مدد سے ملکی سالمیت کی بچکولے کھاتی ہوئی ضعیف کشتی، مضبوط اور محفوظ ساحل کے قریب لگے گی انشاء اللہ!

○ ملک کے بقا و تحفظ اور سالمیت و استحکام کے لئے بلاشبہ انتخابات ناگزیر تھے جس کے انعقاد کا بظاہر قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے قومی اسمبلی کے انتخابات کے لئے ۱۶ نومبر اور صوبائی اسمبلی کے لئے ۱۹ نومبر کی تاریخیں مقرر کی جا چکی ہیں۔ مگر جس طرح کھانا کھانے سے انسانی زندگی اور اس کے وجود کے تحفظ کی ضمانت کے باوجود کسی کے اسلام اور اہل عت کے گزاری کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح ملک کے بقا اور سالمیت کے پیش نظر انتخابات کی ضرورت کے ہزاروں اعتراف کے باوجود ملک میں نفاذ شریعت، اس کے نظریاتی اساس کے تحفظ کی قطعی ضمانت اور نظام اسلام کی مبارک منزل ہرگز حاصل نہیں کی جاسکتی۔ اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے سہل اور بے خطر راستہ تو یہی تھا کہ آئین سازی کا مسئلہ مختلف نظریات اور بیرونی طاقتوں سے وابستہ کارندوں، مفاد پرست جاگیرداروں، مغرب زدہ سکالروں اور آزادی و دہریت کے علمبرداروں سے تشکیل پانے والی اسمبلی پر چھوڑنے کے بجائے جرات مومنانہ سے کام لے کر تدریج و بصاحت اور مہارت آمیز طریقہ عمل کو یک نخت ترک کر کے آئین شریعت کے مکمل نفاذ کا اعلان کر دیا جاتا۔ مگر افسوس! کہ جمہور مسلمانوں کے اس مہنی برحق، خالص جمہوری اور ملک کے نظریاتی اساس کے ہم آہنگ مطالبہ پر تاہنوز کوئی توجہ نہ دی جاسکی۔ مگر اب جب کہ پارلیمانی روایات کے مطابق آئین سازی کا کام قومی اسمبلی نے کرنا ہے تو مسلمانوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ملک کے آئین ساز ادارے میں علما، حق، دین پسند قوتوں اور اسلامی کا زمیں مفید اور معاون امیدواروں کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں بھیجیں جن کا ماضی اسلامی نقطہ نظر سے اسلام کے زیادہ قریب رہا ہو جن کے مستقبل کے آئینی کردار، دیانت و تقویٰ، اسوۂ سلط کی پیروی اور راسخ العقیدہ مسلمان ہونے پر اکابر علماء و مشائخ اور عامۃ المسلمین کا اعتماد ہو جو غالب اکثریت میں اسمبلی پہنچ کر تحریک نفاذ شریعت کی تکمیل اور اس کی پیش رفت میں علما حق کی بھرپور معاونت کر سکیں۔ اور اگر خدا نخواستہ قوم نے غفلت، اپنے فرض منصبی کی ادائیگی میں تساہل اور چشم پوشی سے کام لیا اور اپنے اسلام پسندی کے دعووں اور نعروں کے باوجود پارٹی، جتھہ، گروہ بندی اور علاقائی تعصب کی پوجا پاٹ کرتے ہوئے ایسے لوگوں کو نامزد کیا جنہیں اسلامی علوم کے ابجد سے بھی واقفیت نہیں نہ ان کا عقیدہ اور ایمان اسلامی آئین کے اجراء و تنفیذ پر راسخ ہے تو پھر آئندہ اسمبلی میں بھی اسلام کا وہی حشر ہو گا جو اس سے قبل کی اسمبلیوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور نتیجہ میں وہ خلفشار اور پانی سر پھٹول نمایاں ہو گا جس کا خمیازہ نہایت بھیاناکہ شکل میں قوم کو بھگتنا ہو گا۔

○ اس موقع پر یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ آئندہ انتخابات، محض چند انتظامی نوعیت کی تبدیلیوں یا محض انتقال اقتدار کے لئے منعقد نہیں ہو رہے بلکہ یہ پورے ملک کے مستقبل کی زندگی کا ایک حساس ترین موڑ ہے جس میں پوری

قوم کی تقدیر کا فیصلہ ہونا ہے۔ ان انتخابات میں دو مختلف نظریے اور دو متضارب نظام زندگی ٹکرائیں گے۔ ایک کا کہنا ہے کہ پاکستان صرف ایک معاشی ضرورت کے تحت بنا تھا۔ نظام اسلام، انسانی معیشت کی تکمیل میں ناقص ہے۔ اسے سوشلزم سے بھیک اور پویند کی ضرورت ہے طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں۔ ابا حیت، آزادی نسواں، مکروفریب، دھاندلی ظلم و تشدد، بھٹو ازم، فسطائیت، آمریت اور تخریب کاری کے مکروہ چہرے پر جمہوریت پسندی کے خوشنما اور فریب کارانہ نقاب کا پروپے گنڈہ۔ لادین اور نوجوان عورتوں کی حکومت تک سب کچھ قوم و ملت کی ضرورت ہے، ان کے نزدیک اسلامی قوانین، حدود اور قصاص وغیرہ، غیر انسانی وحشیانہ اور ظالمانہ قوانین ہیں۔ پرائیویٹ شریعت بل، امتناع قادیانیت آرڈی ننس، نفاذ شریعت آرڈی ننس اور متعدد اسلامی قوانین کی طرف پیش رفت قدامت پرستی ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک کائنات پر حکومت انسانی خواہشات کی ہے اور وہی اچھے برے کا فیصلہ کرے گی۔ یہ لوگ ماسکو کے ملحدوں، اسرائیل اور امریکہ کے یہودیوں اور بھارت کے ہندوؤں کی مشترکہ میراث اور ان کی امیدوں کا مرکز ہیں۔

جب کہ دوسرے کا دعویٰ یہ ہے کہ اس کائنات پر حاکمیت صرف اللہ کی ہے پاکستان اسی کے نام پر بنا تھا یہاں اسی کا قانون چلے گا اسی کی بات مانی جائے گی۔ سیاست و معیشت سے لے کر پرائیویٹ زندگی تک ہر معاملے میں اسی کے احکام واجب الطاعت ہوں گے۔ اگرچہ اس دوسرے گروہ میں بھی نسبتاً علماء کی تعداد کم ہے مگر نظریہ و منشور، مستقبل کا لائحہ عمل اور اقتدار کی صورت میں نظام حکومت کے اولین اہداف وہی ہوں گے جن کی نشانی ہی علماء نے کر دی ہے اور جس پر اتحادی پارٹیوں کے تمام رہنماؤں نے علماء حق کے ساتھ معاہدہ پر دستخط ثبت کر دیے ہیں۔

○ موجودہ حالات میں فریضہ منصبی کے احساس اور ملکی سیاست میں اسلامی کاذ کی اصولی بالادستی کے عظیم مقصد کے حصول کے پیش نظر جمعیت علماء اسلام کے مرکزی سیکریٹری جنرل حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی تجویز و تحریک پر حالیہ انتخابات میں ہم خیال سیاسی جماعتوں کے ساتھ باہمی تعاون اور انتخابی اتحاد کے پیش نظر اولاً جمعیت کی مرکزی مجلس عاملہ میں اس کے لئے بنیادی طور پر یہ اصول وضع کئے گئے۔

ملک میں اسلامی قانون کی مکمل بالادستی، قرآن و حدیث کی روشنی میں برابری کی بنیاد پر تمام طبقات کے لئے قابل قبول معاشی مواقع فراہم کرنا، جہاد افغانستان کی مکمل حمایت اور پشت پناہی۔ ایٹمی توانائی کے پروگرام کا فروغ اور ملک کی ترقی کے لئے اس کا پُر امن استعمال، غیر وابستہ خارجہ پالیسی (جس کے نتیجے میں فلسطینی اور کشمیری عوام کی جدوجہد کی مکمل حمایت اور تیسری دنیا کے ممالک سے مکمل تعاون) جنہیں مستقبل کے لائحہ عمل کے طور پر اختیار کرنے اور برسر اقتدار آنے کی صورت میں اس پر کاربند رہنے کے لئے پاکستان مسلم لیگ سمیت ۸ سیاسی جماعتوں نے آمادگی ظاہر کر دی۔ جسے بعد میں اسلامی جمہوری اتحاد کے سربراہی اجلاس میں پیش کردہ معاہداتی تحفظ بھی حاصل کر لیا

گیا جس کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد عمل میں آیا اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کو اس کا نائب صدر منتخب کر لیا گیا۔ بہر حال ایسے حالات میں جب کہ لڑائی اسلام اور لادینیت کی اور پاکستان کی سالمیت و بقا اور تحریک فناء کی ہے۔ کسی بھی باشندہ مسلمان کے لئے غیر جانب دار رہنے کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس وقت تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ساری توانائیاں، اسلامی قوتوں کو مدد پہنچانے میں صرف کر دیں۔ اس موقع پر خاموش بیٹھنا بھی ایسا ہی جرم ہے جیسا کہ دشمن کو تقویت پہنچانا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الناس اذرا والظالم فلم ياخذوا
على يديه اوشك ان يعمهم الله
اگر لوگ ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو
کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب
نازل فرمائیں۔

سب دیکھ رہے ہیں اور کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ اباجیت پسندی، فسطائیت، کمیونزم کے فروغ اسلامی اقدار کی تحقیر اور نفاذِ شریعت جیسے عظیم مقصد کے حصول میں ایک بڑی اور لادین قوت کھلے بندوں ظلم کر رہی ہے تو حدیث رسولؐ کی رو سے انتخابات میں سرگرم حصہ لے کر اس ظلم کو روکنا، ٹالنا اور کسی نہ کسی درجے میں مٹانا سب کا فرض ہے کہ خاموش بیٹھنے کی بجائے اس ظلم کو روکنے کی مقدور بھر کوشش کریں۔

○ بعض سادہ لوح اور خالص دین رار لوگوں میں ایک غلط فہمی یہ بھی پھیلانی جا رہی ہے کہ موجودہ زمانہ کی سیاست مکرو و فہیب کا دوسرا نام ہے اس لئے شریعت آدمی کو نہ تو سیاست میں حصہ لینا چاہئے اور نہ الیکشن میں کھڑا ہونا چاہئے بلکہ ووٹ ڈالنے تک کے خوشیوں میں پڑنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

یہ غلط فہمی طبعی شرافت، سادہ لوحی یا جنتی بھی نیک نیتی سے پیدا ہوئی ہو، لیکن ہے بہر صورت ہر اس غلط اور قوم و ملت کے لئے ضرر رساں! بلاشبہ ملکی سیاست ۴۰ سال سے خود غرض حکمرانوں، لادین قوتوں اور مفاد پرست سیاست دانوں کے ہاتھوں سے گندگی کا ایک تالاب بن چکی ہے۔ جب تک صاف ستھرے، دیندار تقی اور پرہیزگار لوگ علما، حق کی راہ نمائی میں اسے پاک کرنے کے لئے آگے نہیں بڑھیں گے تو اس گندگی میں مزید اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ اور پھر ایک نہ ایک روز یہ نجاست ملک کے پارساؤں کے گھروں تک بھی پہنچ جائے گی چنانچہ عقلمندی، شرافت اور خالص دینی اور شریعی تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخوستی مدظلہ اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ہدایات کے پیش نظر ملک کے چاروں صوبوں میں جمعیت علماء اسلام اور اسلامی جمہوری اتحاد کے پلیٹ فارم سے علما، حق انتخابات میں بطور امیدوار کے بھرپور حصہ لے رہے ہیں تاکہ سیاست کی اس گندگی کو دور دور سے برا کھنے کے بجائے سیاست کے میدان کو ان لوگوں کے ہاتھ سے چھین لیا جائے جو مسلسل اسے گندہ کر رہے ہیں۔

ایسے حالات میں ووٹ ایک معمولی پرچی نہیں بلکہ یہ ایک بڑے انقلابی موڑ کا پیش خیمہ بن سکتی ہے ووٹ

گزشتہ ہفتے مشہور عالم دین، ممتاز اسکالر، جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی کا انتقال ہو گیا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر ۶۲ سال تھی وہ تحریک پاکستان کے بزرگ رہنما، مفسر، محدث اور عظیم مصنف حضرت مولانا محمد دریس کاندھلوی کے فرزند ارجمند اور جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے شاگرد خاص اور کئی علمی و تحقیقی کتب کے مصنف تھے۔ درس و تدریس اور خدمت علم ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ اسلامی نظریاتی کونسل اور مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ نفاذ شریعت اور غلبہ دین کے لئے مرحوم کے مساعی ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ ان کے ہزاروں تلامذہ، گراں قدر تصنیفات ایک عظیم صدقہ جاریہ ہیں۔

ادارہ مرحوم کے پسماندگان، عزیز و اقارب نے تلافی کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ باری تعالیٰ مرحوم کو کرم فرمائے۔
گروہ اپنی رحمتوں سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اللهم اغفر له وارحمه وارفع درجاته

تصنيف : مولانا عبد القیوم حقانی

صفحات ۲۶. قیمت مجلد ۵۶، غیر مجلد ۲۵

جس میں امام اعظم ابو حنیفہ کی سیرت و سوانح، علمی و تحقیقی کارنامے، تدوین فقہ قانونی کوئٹل کی سرگرمیاں، دلچسپ مناظرے، محبت اجماع و قیاس پر اعتراضات کے جوابات، دلچسپ واقعات، نظریہ انقلاب و سیاست، فقہ فنی کی تازہ فیثیات، جامعیت، تقلید و اجتہاد کے علاوہ قدیم و جدید اہم موضوعات پر سیر حاصل ہرے

مؤتمرا المصنفين — دارالعلوم حثانیہ — اکوڑہ خٹک — پشاور

صحبت بالہل حق

صحبت یار آخر شد

سراپا شفقت اور مجسم انکسار، دعاؤں کا مخزن اور مجاہدین کا پشتیبان

محدث جلیل، استاذی و استاذ السمار، قائد شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کے افادات، فیوض و برکات اور ارشادات "صحبت بالہل حق" کے مضمون ہوا کرتے تھے۔ اب حضرت شیخ الحدیث کی وہ معرفت اور حکمت بھری گفتگو، محبت بھری ادائیں، دلفریب عنایتیں، مؤثر اور پرمغز نصائح و ہدایتیں، خلوص بھری شفقتیں، وہ سراپا انکسار۔ وہ رافت و رحمت کا پیکر مجسم، مجہین و مخلصین کے ہجوم میں گھسے ہوئے صحبتے شیخ عبدالحق ہیں وہ کیف و سرور کی دلربا بہاریں، وہ منبع علم و حلم، وہ پیکر جو دوسخا، وہ دعاؤں کا مخزن، وہ غازیوں، شہیدوں اور مجاہدین کا پشتیبان، وہ شجاعت و عزیمت اور استقامت کا ہمالہ۔ ستمبر کی ظہر کے بعد ہزار تلاش و جستجو کے باوجود اس مادی اور فانی دنیا میں، اب ہم آئندہ کبھی بھی ان کی مجلس عرفانی اور صحبت روحانی میں ضرر خدمت نہیں ہو سکیں گے ایسے ہی ایک صدمہ جانکاہ پر سید سلیمان ندوی نے کہا تھا کہ

ہم سفر وادی ہستی میں وہ دلبر نہ ہوا	شمع اس راہ میں اس کا رخ انور نہ ہوا
درد اٹھ اٹھ کے میرے دل میں ٹھہر جانا ہے	کیوں رگ دل کی جگہ سینہ میں نشتر نہ ہوا
یہ تماشائے جہاں خواب ہے میں مانتا ہوں	پر یہ کیوں خواب، میرے واسطے شب بھر نہ ہوا
دل کو کیوں مورد احساس بنایا یا رب	حسرت اس کی ہے کہ یہ دل ہوا پتھر نہ ہوا
جیف اس خون کی قسمت جو مرثہ سے ٹپکے	قطرہ اشک ہوا، بادہ حسرت نہ ہوا
دل میں بیٹھا ہو کوئی اس سے تسلی تو نہیں	پردہ دل میں جو ہے بر سر منظر نہ ہوا

کیا بتاؤں اور کیسے بتایا جاسکتا ہے کہ حضرت قائد شریعت کے انتقال کے بعد دنیا کیا گزری؟ دل پہ کیا گزری؟ اہل دل پہ کیا گزری؟ صالحین امت پر کیا گزری؟ جب حضرت شیخ پُر اجل سسلی اور تقدیر کا فیصلہ غالب آ گیا۔ اس وقت کی آپ بیتی اور جگ بیتی، اس وقت کا نقشہ و کیفیت اس وقت کی بے چینی و اضطراب اور حزن و ملال کی دلگداز کیفیتیں

کیسے بیان کی جاسکتی ہیں؟ یہ کوئی تحریر کی بات تو نہیں، تقریر کی بات بھی نہیں۔ یہ تو دلوں کی کیفیت ہے حروف اور نقوش سے بظاہر کوئی قلمی تصویر بن جلتے تو اس میں کیفیت و سرور کی مستی، عشق و محبت کا دلولہ اور خلوص و للہیت اور واقعیت کی روح کون ڈال سکے گا اور کسے تاب ہے کہ وہ اس کی جرأت بھی کر سکے۔

گر مصور صورت آں دلنشاں خواہد کشید
حیرتے دارم کہ نازش را چساں خواہد کشید

مسجد شیخ الحدیث (قدیم دارالعلوم حقانیہ) ہو یا دارالعلوم حقانیہ کا دارالحدیث اور دفتر اہتمام پاکستان کی پارلیمنٹ ہو یا ملکی سیاست کا خازن۔ تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا تحریک نفاذ شریعت کا پیڑ فارم۔ تحریک ختم نبوت کے معرکہ مانے بلاخیز ہوں یا جہاد افغانستان کے سنگلاخ مراحل، دیوان گان شیخ عبدالحق اور طلب گاران صحیفۃ باہل حق "چند ساعتے با اولیاء" کی تمنا لے کر نکلے تو حضرت شیخ کو کسی نہ کسی محاذ پر موجود پاتے، شرف دید سے مشرف ہوتے، مرادوں کی چھولیاں بھرتے، دعاؤں کے مخالف و موافق کرتے۔ قلب میں نور ایمان کی بہاریں اور شوق و محبت کا گلزار لے کر پھر آئندہ کے اشتیاق دید سے معمور اور بامید ملاقات رخصت ہو جاتے۔ رخصت اور آئندہ کے شوق وصال کی یہ کیفیت، تحریر و الفاظ کی تنگ دامنوں میں کب ڈھالی جاسکتی ہیں۔

دل پہ گزری جو واردات نہ پوچھ

ان کے نظروں کی کوئی بات نہ پوچھ

احقر خود بعد العصر حضرت اقدس کی بارگاہ علم و فضل میں کبھی حقائق اسن کے مسودات لے کر، کبھی ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر، کبھی شوق دید، ذوق استفادہ اور اشتیاق ملاقات کے جذبات لے کر حاضر خدمت ہوتا۔ دن بھر کی تھکن، مہمہ وقتی کام، ذہنی اور فکری تعب و مشقت، بدن کے تکاسل۔ نتیجہ طبعی پڑمردگی۔ غرض ازدیاد کار کی وجہ سے چور چور ہوتا۔ مگر جب ایک محبت بھر تیسیم اور ایک نیم بازنگاہ شفقت حاصل ہو جاتی تو یوں محسوس ہوتا گویا نئی زندگی مل گئی ہے یا تین مردہ میں جان آگئی ہے۔

تیری نوازش پنہاں کا لطف کیا جانے

وہ دل جو تیری نگاہوں کا پائل نہیں

ڈانٹ ڈپٹ، باز پرس، خوردہ گیری اور غلطیوں پر انتباہ کے بجائے سراپا تشکر و اطمینان اور بات بات پر مومنیت کا اظہار ہوتا۔ ضعف و علالت، پیرانہ سالی۔ عوارض و امراض کے باوجود مالی تیزی پر توجہ، مسجد کی چٹائیوں پر گھنٹوں بیٹھے رہتے۔ اصلاح تجویز و ترمیم اور حذف و اضافہ میں فکری انہماک۔ اور بہت واستقامت اور عزیمت سے کام لیتے یہ دیکھ کر ہمیں اپنی جوانی پر زحمت ہوتی۔ پست حوصلے جوان ہوتے بے بہتی کا فور ہوتی۔ فکری الجھاؤ۔ ذہنی تعب اور

کام اور اس کی خدمت ہی سب کچھ ہے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ گفتگو نرم، متانت اور محبت بھرے لہجے میں ہوتی۔ حضرت یہ چاہتے تھے کہ دارالعلوم کے اس تازہ اور طلبہ ہسپتال میں کم آئیں آنے جانے، بسوں اور ویگنوں میں اترنے بیٹھنے، سفر کی زحمت برداشت نہ کریں اور اگر کبھی لامحالہ آنا بھی چاہیں تو ایسے اوقات میں تشریف لائیں کہ دارالعلوم کے کام اور اس کی تعلیمی نظام میں حرج نہ ہو۔ حضرت یہ بات ان سے کہنا بھی چاہتے تھے مگر اشارۃً و کنایۃً، صراحتہً کہنے سے اس لئے اجتناء فرماتے رہے کہ ان کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ میرے اس کہنے سے کہیں ان کے دل نہ ٹوٹنے پائیں۔

اگست کی ستائیسویں تاریخ تھی۔ ظہر کی نماز دارالعلوم میں پڑھی۔ برادر م مولانا قاری محمد رمضان صاحب کو سوا، لیا۔ عصر کی نماز جی ٹی ایس اڈہ پشاور کی جامع مسجد میں ادا کی اور یوں گھنٹہ بعد ہم لوگ خیبر ہسپتال پشاور کے مین دروازے پر پہنچ گئے۔ گیٹ بند تھے۔ خلات معمول باوردی پولیس لوگوں کو اندر جانے سے روک رہی تھی۔ چند لمحوں میں لوگوں کا گیٹ پر ایک جم غفیر جمع ہو گیا۔ ہمیں بھی روک دیا گیا۔ کسی صاحب نے بتایا کہ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ جناب ریٹائرڈ جنرل فضل حق صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی عیادت کے لئے آ رہے ہیں۔ ان کی آمد پر یہ حفاظتی تدابیر اختیار کئے جا رہے ہیں۔ ہم ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تو دیکھا کہ ہسپتال کے دروازے پر علماء، طلباء، افغان مجاہدین متفرع اور دیندار لوگوں کی بھی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی ہماری طرح حضرت شیخ کی عیادت اور ملاقات کے لئے اندر جانا چاہتے ہیں۔

وزیر اعلیٰ کوئی ایک گھنٹہ ہسپتال میں رہنے کے بعد جب واپس ہوئے تو لوگوں کو اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اس سے قبل گذشتہ سال جب سی ایم ایچ ہسپتال راولپنڈی میں احقر حضرت شیخ کی عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوا تھا تو میری حاضری سے چند لمحے قبل اس وقت کے وزیر اعظم جناب محمد خان جونیجو حضرت شیخ کی عیادت کر کے واپس جا رہے تھے۔ وہاں بھی یہی صورت حال پیش آئی تھی۔ یہ بھی ایک گونہ اسی نوعیت کا دوسرا چانس تھا۔ بہر حال ہم بھی مختلف گیلریوں سے ہوتے ہوئے حضرت اقدس کی قیامگاہ کمرہ ۳۱ میں پہنچ گئے۔ حضرت شیخ کے مجبین و مخلصین کی ایک جماعت، بنوں سے آئے ہوئے علماء اور افغانستان کے محاذ جنگ سے آئے ہوئے ایک کمانڈان، تحریک جنود اللہ عالم کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی اپنی جماعت مجاہدین کے ہمراہ ہمارے ساتھ اسی کمرہ میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ہم لوگ کمرہ میں داخل ہوئے تو سامنے چہرہ اقدس پر نظر پڑی۔ ضعف و علالت اور بیماری کے باوجود معمول کی نورانی صورت کی رونق میں اضافہ تھا۔ احقر بار بار جب حضرت دوسری طرف متوجہ ہو جاتے اشتیاق و محبت کے جذبات کے ساتھ بے قرار نظروں سے جی بھر کر دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ ہر بار یوں محسوس ہوتا کہ ایک فرشتہ ہے جو آسمان سے اتر آیا ہے۔ اپنی طبعی افتاد، اخلاق و تواضع اور ایک عظیم، علمی و دینی، سیاسی و ملی اور روحانی عظمت و مقام کے باوصف عجز و انکسار کی وجہ سے پہلے سے کئی گنا بڑھ کر محبوبیت اور شرافت ان کی پیشانی سے جھلکتی بلکہ

جسمانی تکان مرتفع ہو جاتا۔ جب نماز مغرب حضرت شیخؒ کی محبت میں پڑھ کر مجلس شیخؒ سے دارالعلوم واپسی ہوتی تو ایسا محسوس ہوتا گویا کسی نے طاقت کا ٹیکہ اور فرحت و انبساط کا انجکشن لگا دیا ہے۔

ہر چند پیر و خستہ و بس ناتواں شدم
ہر گہ نظر بر روی تو کردم جواں شدم

واقعہ کار حضرت، حضرت شیخؒ کے خدام اور قریبی مخلصین و احباب، دارالعلوم کے اساتذہ و طلبہ، جہاد افغانستا کے محاذ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین بھی عموماً عصر کے مبارک وقت کی تاڑ میں رہتے اور عملاً "صحبتے یا اہل حق" سے مستفید اور رطقت اندوز ہوتے، دشمن سے مقابلہ، عزیمت اور شہادت کے عزائم، جہاد کے تسلسل، استقامت کے ارادے۔ موقف میں پختگی، شوق جہاد کے جذبات اور ایمان آفرین کیفیات سے مسرور ہوتے۔ اب انہیں یہ اضطراب ہے کہ روسی دشمن اور اپنے سے کئی گنا بڑھ کر ایک طاقتور و عفریت کے مقابلہ میں ہمیں استقامت اور عزیمت کا درس کون دے گا انابت الی اللہ، پر خلوص توجہ، اور مستجاب دعاؤں سے اب ہماری پشت پناہی اور ڈھارس کون بندھو اے گا۔

حضرت شیخؒ بیمار ہوئے تو مجبین و مخلصین، معتقدین و زائرین، مشائخ علماء، فضلاء اور عامۃ المسلمین، افغان قارئین محاذ جنگ کے جرنیل اور مجاہدین کا حضرت شیخؒ سے ایک لمحہ صحبت، ایک نظر شفقت، ایک نگاہ شوق اور ایک جھلک ذوق دیدار کی تحصیل اور تکمیل کے لئے خیر ہسپتال پشاور کے بالائی احاطہ کمرہ ۳ کی طرف ایک نناتا بندھ گیا۔ ادھر سے بھی معاملہ ایسا ہی تھا۔ کوئی بندش نہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ ڈاکٹروں کے ہزار رخ کرنے کے باوجود دور دراز سے آنے والے غاصبین و مجبین اور عامۃ المسلمین کی دل شکنی گوارا نہیں۔ سب کو ملاقات کی اجازت ہے۔ جو چاہے جب چاہے وقت، بے وقت اپنے قلب اور ذہن عشق کی انگشت پر کمرہ ۳ میں پہنچ جائے۔ شدید علالت، عوارض و امراض۔ ضعف اور شدت تکلیف کے باوجود حضرت شیخؒ سے ملاقات ہوتی۔ تو یوں محسوس ہوتا گویا حضرت آنے والوں کے لئے چشم برآہ تھے دھیمی سیلیس اور تعلیقی گفتگو، محبت بھری ادائیں۔ شفقت اور پیار سے معمور نگاہیں۔ پر نور ارشادات اور فیوض و برکات اور سادہ و بے تکلف اطوار و عادات سے یہ ترشح ہوتا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ اپنے چاہنے والوں کے مطلوب نہیں طالب ہیں۔ محبوب نہیں محب ہیں۔ مخدوم نہیں خادم ہیں۔ مراد نہیں مرید ہیں۔ اور کسی بھی دیکھنے والے کو یہ تاثر لینے میں قدرے تامل کی گنجائش باقی نہ رہتی۔ کہ حضرت شیخؒ شدید بیماری کی تکالیف کے باوجود اپنے چاہنے والوں پر دل و جاں سے نچھا و رہ رہے ہیں۔ صحبت شیخؒ کی ایک ایک ادائیگاہ شفقت کا سحر الخیر۔ التفات، انس و محبت اور حکمت بھرے لہجے کا عجوبہ انار چڑھاؤ کس پہلو کو لیا جائے اور کیا بتایا جائے ع

بتانا باغبان رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

دارالعلوم کے اساتذہ، طلبہ اور خدام جب ہسپتال میں حاضر خدمت ہوتے تو ارشاد فرماتے۔ "اپنے کام میں رہو دارالعلوم"

اہل حق نظر آتی تھی۔

احقر نے حضرت شیخؒ سے اضیاف کا تعارف کرایا۔ افغان مجاہدین کے وفد کے سربراہ اور تحریک جنود اللہ عالمی کے امیر مولوی بادشاہ گل حقانی نے عرض کیا۔ حضرت! آپ کی دعائیں آپ کی توجہ اور آپ کا وجود مسعود ہمارے لئے پناہ گاہ ہے، ہم کل سے محاذ جنگ پر جا رہے ہیں۔ گو کہ آپ کی علالت اور شدت تکلیف کا ہمیں احساس بھی ہے۔ ہم صرف دعا کے لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں۔

افغان مجاہدین کا نام سنتے ہی حضرت شیخ الحدیثؒ سنبھل گئے۔ محاذ جنگ کی رپورٹ دریافت فرمائی۔ تازہ ترین صور حال پر بحث فرماتے رہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات جو عملاً جہاد افغانستان میں روسی دشمن سے برسرِ پیکار ہیں یہ آپ کی شرافت، نجابت، کامیابی اور مقبولیت عند اللہ کی دلیل ہے۔ مجاہدین کی درخواست پر بڑے الحاح اور عجز و انکسار کے ساتھ ان کے لئے دعا کی۔

آج بھی حسبِ معمول جذبہ جہاد کا نور ان کی ہر ادا اور ہر پہلو سے ظاہر ہوتا تھا۔ تحریک براس کی متحمل نہیں ورنہ اس تصور سے حضرت شیخؒ کے علمی و دینی اور قومی و ملکی خدمات کی طرح آٹھ دس سال سے جہاد افغانستان کے پہلو سے بھی ان کی زندگی ایک کھلے صحیفے کی طرح سامنے آگئی ہے جس کا ہر صفحہ نورانی اور ہر ورق زریں ہے۔

مجاہدین کو رخصت کرنے کے لئے چارپائی سے اٹھنا چاہا مگر ضعف و علالت کے پیش نظر مجاہدین کے اصرار پر بیٹھے بیٹھے سب سے معاف اور مصافحہ کرتے رہے اور اَسْتَوْذِعُ اللہ دینکم و امانتکم و نخواستیم اعمالکم مسنون دعا کے ساتھ سب کو رخصت کرتے رہے۔

بنوں سے دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فضلا بجا پرسی کیلئے تشریف لائے تھے انہیں بھی حضرت شیخؒ بڑے تلمطف، شفقت و محبتوں اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔ وہ بھی رخصت ہو گئے تو احقر حضرت شیخؒ کے ساتھ ان کی چارپائی کے پالنتی بیٹھ کر ان کے استفسار پر دارالعلوم کے حالات، اسباق، اساتذہ کرام کے تسلیات، طلبہ دارالعلوم کے سماہی امتحانات کی نیاریاں اور امتحانی کمیٹی کی کارکردگی کی اجمالی رپورٹ سنائی۔ حضرت بڑے متوجہ رہے۔ پھر از خود دریافت فرمایا کہ کل صوابی کا دورہ کیسے رہا؟

دراصل کل کی بات یہ تھی کہ ضلع صوابی کے علماء اور جمعیتہ علماء اسلام کے کارکنوں نے قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے لئے ضلع صوابی میں علماء کی میٹنگ رکھی تھی اور صوابی سے ۲۵،۲۰ میل آگے گدون میں جلسہ عام کا پروگرام تھا۔ احقر نے تفصیل سے صورت حال عرض کر دی۔ لوگوں کا دین سے لگاؤ، والہانہ استقبال، جمعیت کے موقف سے وابستگی، نفاذ شریعت اور غلبہ اسلام کے لئے مولانا سمیع الحق سے تعاون کے جذبات تفصیل سے عرض کئے تو بہت مسرور ہوئے۔ چہرہ اقدس پر بشاشت کے آثار نمایاں تھے۔ پھر ارشاد فرمایا کس کس نے تقریریں کیں اور کیا کیا کہا؟

حق نے اپنی یادداشت کی حد تک سب حضرات کی تقریروں کے خلاصے سناوتے تو مسکراتے ہوئے پھر ارشاد فرمایا: آپ کی تقریر کا موضوع اور مضمون کیا تھا؟ کیا عرض کرتا جھپک کر رہ گیا۔ براہ راست حضرت شیخ الحدیثؒ سے دریافت کرنے کی اجازت تو نہ ہو سکی۔ احقر نے محمد یوسف شاہ سے جو وزیر اعلیٰ کی حضرت شیخؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت موجود تھے سے دریافت کیا۔ شاہ جی! وزیر اعلیٰ صاحب تشریف لائے تھے، عیادت کی ہوگی اور کوئی خاص بات بھی ہوئی کہ نہیں۔ وہ کہنے لگے ماں! وزیر اعلیٰ صاحب آئے تو انہوں نے حضرت سے بڑی معذرت کی۔ حضرت شیخؒ کے ساتھ چارپائی پر پالتی کی طرف بیٹھ گئے اور کہنے لگے۔ حضرت! خدا گواہ ہے مجھے آپ کی بیماری اور ہسپتال میں داخلے کا کوئی علم نہیں تھا۔ آج اتفاقاً ملا لانا سمیع الحق صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ حضرت بیمار ہیں اور ہسپتال میں ہیں تو مجھے بہت قلق ہوا۔ آپ سے میری جو عقیدت ہے اور محبت اور اعتماد ہے بغیر کسی تصنع و وریا کے عرض کرتا ہوں کہ اس کے پیش نظر چاہئے تھا کہ میں اب تک کسی بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوتا۔ چونکہ مجھے علم نہیں تھا اس لئے میں معفو چاہتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے انہیں فرمایا....

شاہ جی کی بات ابھی جاری تھی کہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آج وزیر اعلیٰ کی آمد کے موقع پر ان سے صاف کہہ دیا کہ مرحوم صدر ضیاء الحق ملک میں نفاذ شریعت کا مقصد حاصل نہ کر سکے۔ مگر اب یہ ساری ذمہ داری ان کے قریبی رفقاء پر بالخصوص آپ پر آگئی ہے۔ کہ آپ ان کے معتمد اور قریب ترین ساتھی تھے آپ نے اپنے نام کی بھی لاج رکھنی ہوگی کہ تمہارا نام ”فضل حق“ ہے۔ اس کا معنی اور مفہوم بھی قابلِ لحاظ ہے۔ اپنی ترجیحات میں سب سے پہلا کام نفاذ شریعت کا بنالو۔ دوسری بات جو وقت کی اہم ضرورت اور قومی اور ملکی اور ملی اعتبار سے بہت اہم ہے وہ جہادِ افغانستا کی بھرپور حمایت ہے۔ صوبہ سرحد اس اعتبار سے ایک نازک اور حساس مقام پر ہے آپ نے افغان مجاہدین کی سرپرستی کیا اور ان کی حمایت کا بھی پورا پورا خیال رکھنا ہوگا۔ جب آپ ان دونوں باتوں کو اصولی طور پر ادیت دیں گے تو خدا تعالیٰ کی مدد بھی تمہارے شامل حال ہوگی۔

نماز مغرب کا وقت ہو چکا تھا اور دو ایک منٹ اس پر مزید بھی گزر گئے تھے۔ حضرت اقدسؒ کے ارشادات میں درآنے کی جرات کون کر سکتا تھا۔ جب بات مکمل فرمائی تو بتایا گیا کہ حضرت! نماز کا وقت ہو چکا ہے اور دو منٹ زائد بھی گزر چکے ہیں۔ یکایک چونک پڑے سنبھل گئے نماز باجماعت کا حکم فرمایا۔ احقر نے تکبیر کہی مولانا قاری محمد رمضان صاحب نے امامت کی۔ حضرت شیخؒ چارپائی پر بیٹھ کر نماز میں شریک رہے ہم نے ان کے محاذات میں نماز کی صف بنائی تھی۔ میرا کاندھا حضرت شیخؒ کے کاندھے کے ساتھ ملا ہوا تھا۔

سنتیں پڑھ لی گئیں تو دروازہ پر دستک ہوئی۔ خود حضرت اقدس متوجہ ہوئے، ارشاد فرمایا دیکھو! مہمان ہوں گے۔ دروازہ کھولا گیا تو ڈاکٹروں کا ایک وفد تھا ایک ملتا اور اپنا اپنا کارڈ کرتا رہا۔ آخر میں

سب نے عرض کیا حضرت! ہمیں آپ کی علالت کا اس سے پہلے علم نہیں تھا آج معلوم ہوا تو حاضر خدمت ہو گئے ہیں ہمارے لائق کوئی خدمت اور کسی قسم کا کارِ لائق ہو ہم بہر صورت تیار اور دعاؤں کے خواستگار ہیں۔

حضرت شیخؒ نے انہیں جوانی میں عملِ صالح کی ترغیب دی اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا جب وہ رخصت ہوئے تو ہمارے لئے محمد یوسف ثناء سے چائے کا کہا۔ جب تک ہم چائے سے فارغ نہیں ہوئے بار بار دریافت فرماتے رہے کہ انہیں چائے دی گئی ہے یا نہیں۔ اور جب رخصت ہونے لگے تو بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ دعا فرمائی۔ حاضر دماغی فکری قوتوں کی بیداری اور کمال شغف و عنایت اس درجہ کہ میرے بعض مشاغل کے نام لے لے کر ان کی تکمیل کی دعا فرماتے رہے۔ مصافحہ کرتے اور ہمارے کمرہ کے دروازہ سے نکلتے وقت تک زبان مبارک پر دعاؤں کا ورد تھا کہ وہ سراپا مجسمہ دعا ہی تھے۔

عمر گزری ہے تیرے دربار میں آتے ہوئے

گر گزرتے مانگتے اور ہاتھ پھیلاتے ہوئے

وا حسرتاً! کیا خبر کہ اس کے بعد پھر حینِ حیات حضرت شیخؒ کی زیارت و ملاقات کا موقع نہ مل سکے گا۔ بلکہ بیماری بھی حضرتؒ کی عام معمول کی بیماری تھی یہ تو دہم و گمان اور تصور میں بھی نہیں آتا تھا کہ ہماری اب کی بار حضرت شیخؒ کی خدمت میں گویا آخری بار کی حاضری ہے اور ”صحیفۃ باہل حق“ کا ایک عظیم باب یہاں ختم ہو رہا ہے۔

جیفت در چشمِ زون، صحبت یارِ آخر شد

روئے گلِ سیر نہ دیدم کہ بہارِ آخر شد

دارالعلوم میں عصر کی نماز پڑھ کر چھ سال سے ”مسجد شیخ الحدیث“ میں ”صحیفۃ باہل حق“ کی سعاد توں سے بہرہ ور ہونے کی طبیعت بن گئی تھی یا صبح گیارہ بجے دفترِ اہتمام میں حضرت شیخؒ کے ذاتی خطوط کے جوابات لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کرتا تو اس طرح دل بے تاب کو نظرِ شفقت اور نگاہِ دلنواز سے قرار حاصل ہو جایا کرتا تھا۔ یہ عادت کئی یہ روزانہ کا معمول تھا اور یہی طبیعت ثنائیہ بن چکی تھی..... اور اب بھی ہے مگر پہلے سے مختلف۔ ۱۔ ستمبر سے پہلے جب صحبتِ شیخؒ میں حاضری کے لئے قدم اٹھتے تھے تو کتنا اشتیاق ہوتا تھا، کیسا قوی اور کامل یقین، کہ دکانِ معرفت اور مکتبِ علم و عرفان کھلا ہوا ہے۔ مطب روحانی گرم ہے ہم بیماروں کے جلتے اور پہنچتے ہی مرہمِ شفا ہاتھ میں ہو گا۔ ہر

۱۔ ”صحیفۃ باہل حق“ کے عنوان سے اب تک شائع شدہ مسودات کو کتبائی ترتیب دے کر مستقل کتاب کی صورت میں شائع کرنے کے پیش نظر کاتب کے حوالے کر دیے جو قریبی ایام میں منظرِ عام پر آجائے گی۔ انشاء اللہ۔ علاوہ ازیں حضرت شیخؒ کے مختلف مجالس کے افادات جو وقتاً فوقتاً نوٹ ہوتے رہے اسی عنوان کے تحت آئندہ بھی الحق میں شائع ہوتے رہیں گے، انشاء اللہ۔

کی دوا ہر شکر و غم سے تشفی۔ ہر رنج و اندوہ سے نجات کا سامان۔ مگر اب کی حاضری کی رُت بدلی ہوئی ہے آج قسمت پلٹی ہوئی ہے وہ دکان معرفت اور مکتب علم و عرفان بند۔ مطب روحانی اجاڑ۔ شفا کے بجائے حسرت۔ شفا۔ دوا کی جگہ دوا کی یاد اور ممکن کے عوض صرف مکان۔ خوشگوار یادوں، صحبتے باہل حق کے افادات اور ملفوظات کا محفوظ رہ جانا بھی اللہ تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

اور اب گذشتہ صحبتوں کی حسرتیں مٹانے۔ پرانی عادت نبھانے اور تسکین قلب کا سامان بنانے کے لئے حاضری ہوئی ہے قومزاد پر۔ اور مزار پر۔ آہ! مزار! نہ کوئی بلند گنبد، نہ کوئی کلس و رقبہ، نہ چار دیواری نہ آستانہ۔ نہ جنگل نہ لٹھرا، نہ پھول، نہ چادر، صدر مملکت جناب اسحاق خان، بعض گورنروں، مرکزی اور صوبائی وزیروں۔ بعض علاقائی ملکی اور قومی تنظیموں کی طرف سے اعتراف خدمات اور قومی اعزاز کے طور پر جو پھولوں کی چادریں چڑھا بھی دی گئی تھیں۔ تو وہ بھی مولانا سمیع الحق نے اتروا دیں۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعامل میں اس کا ثبوت نہیں۔

بس ایک درمیانی درجے کی وسعت کا قبرستان، جانب جنوب میں تقریباً تین سو طلبہ کے حفظ و تجوید کی رخصتا اور پیرانوالہ عمارت۔ تقریباً وسط قبرستان میں معمولی سے رقبہ پر ایک سادہ سی قبر اور وہی اللہ کے اس شیر لی آرام گاہ۔ نہ سنگ مرمر نہ مکہ نہ چھت۔ صرف آسمان کی کھلی ہوئی چھت کے نیچے ایک نیچی سی کچی تربت۔ سادگی ہی تصویر، اور صاحب قبر کی بے نفسی کا آئینہ۔ نہ لوح نہ کتبہ۔ چند قدم کے فاصلہ پر جانب مشرق میں حضرت شیخ کی رفیقہ بابت آرام فرما ہیں۔ اور جانب مغرب میں دارالعلوم کے بے لوث خادم، حضرت شیخ کی زندگی میں ان کے بزم و رزم کے رفیق بااختصاص دارالعلوم کے مرحوم ناظم اعلیٰ مولانا سلطان محمود۔ دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے قدیم ارکان جناب الحاج دلام محمد مرحوم۔ جناب الحاج حافظ نور بادشاہ مرحوم، پیشوائی کے شوق میں پہلے ہی سے پہنچے ہوئے۔ سادگی اور بے کسی میں حضرت شیخ کی قبر ان سب قبروں سے پست۔ زندگی میں بھی تو حضرت خود کو اپنے متوسلین سے پیچھے رکھتے تھے۔ اب کی ان حاضر ہوتی تصویر کی آنکھ کیا دیکھتی ہے۔ تخیل کے کانوں میں کیا کیا آوازیں آتی ہیں۔ کوئی کہے بھی نوکس زبان سے ع

ایں حدیثے را بیان دیگر است

اپنے اکابر اساتذہ اور مشائخ سے بار بار امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، محدث جلیل علامہ انور شاہ کشمیریؒ، شیخ العرب والعم مولانا حسین احمد مدنیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کے آخری آرام گاہوں پر حاضری کے وقت وہاں کے حالات اور

کیفیات سننے تھے۔ بس کہنا چاہتے کہ یہاں بعینہ وہی دیکھنے میں آئے۔ وہی نقشہ یہاں بھی ہو بہو موجود، وہی سورش
وہی شورش۔ وہی سکینیت۔ وہی ٹھنڈک، وہی ہریت۔ وہی جلال۔ وہی انس اور وہی جمال۔

اور اب جب حاضری ہوتی ہے تو دل کو ختم ہونے والی داستان مسلسل ستانی رہتی ہے۔ یوں آنا ہوتا تھا۔ یہاں
بیٹھنا ہوتا تھا، یہ ارشاد ہوتے تھے۔ اس طرح کی شفقتیں ہوتی تھیں کیا کیا سننے میں اور کیا کیا دیکھنے میں آتا تھا۔
آہ! تو کیا تیرا بندہ بھی فانی تھا بے شک موت و فنا تو اس نامور خادم کے نامور آقا ملک کے لئے مقدر کردی گئی تھی۔

وما محمد الا رسول قد خلت

من قبلہ الہدی (آل عمران ۱۲۴) قبل اور بھی رسول گذر چکے ہیں۔

یہ ایک آیت امت کی تسلی اور تعزیت کی کیسی پوری دنیا کی دنیا اپنے اندر آباد رکھتی ہے۔

وضو فتم رکھنے کے لئے جوتے پہنا بہت
مسردی ہے ہر مسلمان کی کوشش
ہونی چاہیے کہ اس کا وضو قائم رہے۔

سروس انڈسٹریز

پائیدار۔ دلکش۔ موزوں اور
واجبی نرخ پر جوتے بناتی



سروس شوز

قدم حسین قدم قدم

مولانا محمد شہاب الدین صاحب ندوی
جنرل سکرٹری فرقیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور

اسلام میں طلاق کا قانون

اور اس کی فلسفہ

اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات و نباتات کو جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے۔ یعنی تمام جانداروں کو نر و مادہ کے روپ میں ڈھالا ہے۔ تاکہ ان کے ملاپ سے ان کی نسلیں مشیت الہی کے تحت تسلسل کے ساتھ جاری رہیں۔ اور جدید تحقیقات کے مطابق یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پیر پودوں میں بار آوری کا یہ عمل نہایت درجہ حیران کن طریقوں سے عمل میں آتا ہے۔ جو کہ رسائے عالم کی ربوبیت اور اس کی کمرشلہ سازیوں کا ایک انوکھا روپ ہے۔

حیوانی دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہر نوع اور ہر صنف میں ایک دوسرے کے لئے کشش و الفت رکھ دی ہے تاکہ وہ ایک دوسرے کی طرف کھینچ سکیں۔ اور ان کے درمیان میل ملاپ کا سلسلہ جاری رہے۔ مگر جہاں تک نوع انسانی کا تعلق ہے۔ اس پر خالق کائنات نے چند قیود و پابندیاں عائد کر کے دیگر انواع حیات کے عکس آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے۔ کیونکہ انسان محض ایک حیوان یا کوئی پیر پودا نہیں بلکہ اشرف المخلوق ہے جس کو ذہنی و اخلاقی شعور سے بھی سرفراز کیا گیا ہے۔ اور اسی ذہنی و اخلاقی شعور کی بنا پر اسے ایک ذمہ دار اور مہذب سہتی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس منصب سے دیگر تمام انواع حیات محروم ہیں۔

محرم جنسی لذت طلبی ممنوع | اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کے لئے جب آزاد جنسی تعلق کو ممنوع قرار دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اب ایک محدود و ازدواجی زندگی گزارے۔ اور اس کے لئے اس نے نکاح کا ضابطہ تجویز کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب میں لوگوں کو نکاح کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور "سفاح" یعنی بغیر نکاح کے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے (زنا کاری) سے منع کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو محض جنسی لذت کی خاطر بے راہ روی میں مبتلا ہوں اور آزاد جنسی تعلقات کے خواہشمند ہوں۔ یا محض تنوع اور لطافت اندوزی کی خاطر میاں بیوی کو طلاق دینے والا اور بیوی میاں سے طلاق طلب کرنے والی ہو۔ چنانچہ ارشاد رسول ہے۔

لَعَنَ اللَّهُ الذَّوَاقِينَ وَالذَّوَاقَاتِ اللَّهُ لعنت کرے جنسی چپسکہ اٹھاتے رہنے والے

مردوں اور ایسی عورتوں پر۔

غرض اسلام میں جس طرح آن جنسی تعلق اور خفیہ آشنائی وداشتہ گری کی ممانعت ہے اسی طرح جنسی عیاشی کی خاطر اپنی منکوحہ عورت کو بلا وجہ طلاق دے کر کسی دوسری عورت سے بیاہ رچانا بھی سخت ناپسندیدہ فعل ہے چنانچہ سورہ نسا میں جہاں پر محرمات (وہ عورتیں جن سے کسی عورت میں نکاح نہیں ہو سکے) کا بیان آیا ہے وہاں پر یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ باقی عورتیں (غیر محرمات) صرف اسی صورت میں حلال ہو سکتی ہیں جب کہ وہ قید نکاح میں آچکی ہوں۔ یعنی آزاد شہوت رانی نہ پائی جاتی ہو۔

وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُنْصِفِينَ غَيْرِ مُسْلِفِينَ اور ان (محرمات) کے سوا باقی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، اس طرح کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو بشرطیکہ اس سے مقصود عفت قائم رکھنا ہو نہ کہ شہوت رانی کرنا (نسا ۲۴)

اس کی مزید وضاحت سورہ مائدہ میں اس طرح کی گئی ہے۔

إِذَا اتَّخِمُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسْلِفِينَ وَلَا مُتَّفِذِينَ انْصِدَانِ (مائدہ ۵)

زنا کاری میں معاشرے کی تنہائی | اس اعتبار سے اسلامی شریعت میں نکاح کی ترغیب دی گئی ہے اور بے نکاحی

جنسی تعلقات یعنی زنا کاری کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اسلام میں زنا کاری ایک سخت ترین معاشرتی گناہ اور قابلِ تعزیر جرم ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرد اور شادی شدہ عورت اس فعلِ بد میں مبتلا ہو جائیں تو اس کی سزا ان دونوں کی سنگساری ہے۔ لہذا اپنی جنسی خواہش کو پورا کرنے کے اسلام مرد اور عورت کو حلال طریقہ اختیار کرنے یعنی نکاح کا ذریعہ اپنانے کی تاکید کرتا ہے۔ تاکہ معاشرے میں بد اخلاقی اور جنسی مفاسد فروغ نہ پائیں جو اس کی تخریب و تنہائی کا باعث ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جس معاشرے میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کا دور دورہ ہو اس کا خاندانی نظام ٹوٹ جاتا ہے لاوارث اور صرائی بچوں کی بہتات ہو جاتی ہے۔ افراد معاشرے کی اخلاقی حالت گر جاتی ہے۔ اور وہ بہت سے امراضِ خبیثہ کا شکار بھی ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ آج مغربی ممالک میں جنسی انارکی اور انتشار کی بدولت حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں۔ اور اس سلسلے میں جو اعداد و شمار ہمارے سامنے آئے ہیں وہ حد درجہ ہولناک ہیں۔ اسی وجہ سے اسلام میں آزاد جنسی تعلقات یا زنا کاری کی سخت سے سخت سزا تجویز کی گئی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے عبت حاصل

ہو۔ اور اس کی برائی ان کے ذہن و دماغ میں بیٹھ جائے۔

طلاق کا جواز کس لئے | جس طرح ایک سماجی بندھن ہے جو مرد اور عورت کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیتا ہے۔ اسی طرح طلاق ایک ایسا اعلان ہے جو دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ نکاح کا مقصد گھر، یلو تعلقات کی استواری اور طرفین کا اپنی اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرتے رہنا ہے۔ مگر بعض اوقات اختلاف مزاج یا طرفین میں سے کسی کے ظلم و زیادتی یا دیگر وجوہات کی بنا پر اپنی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کرنا ممکن نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں جب معاملہ حد سے بڑھ جائے۔ اور کسی اصلاح کی امید ہی باقی نہ رہ جائے تو پھر شریعت اجازت دیتی ہے کہ طلاق یا خلع کے ذریعہ اس معاشرتی بندھن سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔ بلکہ بعض اوقات شرع سے بچنے کے لئے اس قسم کا چھٹکارا حاصل کر لینا ہی زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ تاکہ مزید خرابیاں پیدا نہ ہونے پائیں۔

اسلام جیسا میت اور قدیم ہندو مت کی طرح طلاق کو قانوناً ناجائز قرار نہیں دیتا۔ جن کی نظروں میں طرفین کو سوائے موت کے کوئی چیز ایک دوسرے کو جدا نہیں کر سکتی۔ ظاہر ہے کہ نکاح سے مقصود ازدواجی تعلقات کی خوشگواہی اور خاندانی و عائلی نظام میں رخنہ پڑنے کا اندیشہ پیدا ہو جائے تو پھر ایسا بندھن کس کام کا جو ایک رستا ہونا سور اور معاشہ کا پھوڑا بن جائے؟ ظاہر ہے کہ نکاح کا مقصد صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک رشتے میں بندھے رہیں۔ خواہ ان کے باہمی تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہو گتے ہوں ! طبیعتوں اور مزاجوں کا اختلاف ایک امر واقعہ ہے۔ اس کے علاوہ بعض مخصوص سماجی عوامل ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس اختلاف کو اور زیادہ ہوا دینے والے ہوتے ہیں۔ مثلاً طرفین کے خاندانی روابط میں جگاڑ اور ایک دوسرے کے ساتھ مخالفانہ و مناصمانہ رویہ وغیرہ۔ اور بعض اوقات یہ تمام اسباب و عوامل مل کر مرد کو طلاق دینے پر اور عورت کو خلع حاصل کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔

اسلام چونکہ ایک فطری اور عقلی مذہب ہے اس لئے اس کے تمام احکام بھی علم و حکمت سے لبریز ہیں چونکہ اسلام نے آزادانہ جنسی تعلق یا زنا کاری کو حرام اور قابلِ تعزیر جرم قرار دیا ہے۔ لہذا جب میاں بیوی کے تعلقات بگڑ جائیں اور ان دونوں میں کسی بھی طرح صلح نہ ہو سکے تو بہتر یہی ہے کہ ان دونوں کا راستہ الگ الگ کر دیا جائے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس کشیدہ اور ابتر صورت میں زبردستی ان کو باندھ کر رکھنے کا نتیجہ زنا کاری یا خفیہ جنسی تعلق کا دروازہ کھولنا ہوگا مگر اسلام نے چونکہ پہلے ہی اس پر بندش لگا دی ہے تو اب دوسرا راستہ سوائے طلاق کے اور کچھ نہیں ہے اور اسی میں ان دونوں کا بھلا ہے یہ ہے اسلام میں عقلی اعتبار سے طلاق کی حکمت۔

طلاق سخت ناپسندیدہ چیز | مگر اس موقع پر یہ بات بھی خوب اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح اگرچہ بظاہر ایک معاشرتی و عمرانی معاہدہ نظر آتا ہے۔ مگر درحقیقت وہ تمدنی معاملات کے برعکس تعبیدی حیثیت کا حامل بھی دکھائی دیتا ہے

کیونکہ وہ ایک اعتبار سے سنت و عبادت کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ یعنی اس میں یک گونہ مذہبی تقدس کا عنصر بھی شامل ہے اگر وہ ایک "اٹوٹ بندھن" نہ ہو۔ اسی وجہ سے دیگر تمدنی معاملات کے برعکس نکاح کے بندھن کو بلا وجہ توڑنا یعنی طلاق دینا اسلام کی نظر میں سخت ناپسندیدہ بات ہے۔ کیونکہ وہ حقیقتاً دو خاندانوں کے بگاڑ کا سبب ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات معاشرے میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں چند حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
ما احل الله شيئاً ابغض اليه من
الطلاق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے
طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کسی چیز کو حلال نہیں
کیا۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
يا معاذ! ما خلق الله شيئاً على
وجه الارض احب اليه من
العتاق - ولا خلق شيئاً على وجه
الارض ابغض اليه من الطلاق
ان من ابغض الحلال الى الله
الطلاق
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے معاذ!
اللہ نے روئے زمین پر غلام کو آزاد کرنے سے زیادہ
پسندیدہ کوئی چیز پیدا نہیں کی اور اسی طرح روئے
زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی دوسری
چیز بھی پیدا نہیں کی۔

تَزَوَّجُوا وَلَا تَطْلِقُوا ، فَإِنَّ
الطَّلَاقَ يَهْتَرُ مِنْهُ الْعَرْشُ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح
کرو اور طلاق مت دو کیونکہ طلاق کی وجہ سے
عرش ہلنے لگتا ہے۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ اسلام میں نکاح کی حیثیت نہ تو قدیم عیسائیت اور ہندو مت
کی طرح "جنم جنم کا بندھن" ہے اور نہ محض ایک تمدنی یا سماجی بندھن کہ جو بچا معاہدہ کر لیا اور حسب چاہا توڑ دیا
بلکہ ایسا کرنا یعنی "ذواقیت" یا محض لطف اندوزی کی خاطر نکاح کرتے رہنا سخت مذموم و معیوب ہے جیسا کہ

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الطلاق، ۲/ ۶۳۱ مطبوعہ حصہ دہشام ۲۔ سنن دارقطنی کتاب الطلاق، ۴/ ۳۵ مطبوعہ قاہرہ

۱۳۸۹ھ ۳ شعبی، منقول از تفسیر قرطبی ۱۸/ ۱۴۹ ۳۔ ایضاً

بعض حدیثوں میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔

لَا تَطْلُقُوا النِّسَاءَ إِلَّا مِنْ رِبِّیَّةٍ
فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یُحِبُّ
الزَّوَاقِبِیْنَ وَالزَّوْاقِفَاتِ

عورتوں کو طلاق مست و کسی (قوی) شہد کے۔

کیونکہ اللہ محض جنسی مزہ لینے والے مردوں اور

جنسی مزہ لینے والی عورتوں کو پسند نہیں کرتا یہ

طلاق کب جائز اور کب ناجائز ہے | حاصل یہ کہ طلاق دینے کے معاملے میں سخت احتیاط اور توازن کی ضرورت ہے

طلاق نہ دینے کی صورت میں جس طرح ضربیاں پیدا ہو سکتی ہیں اسی طرح طلاق دینے کی صورت میں بھی بگاڑ پیدا ہو سکتا ہے
لہذا طلاق دینے سے پہلے ان دونوں پہلوؤں پر ہر اعتبار سے سوچ لینا چاہئے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ طلاق کے جائز یا ناجائز ہونے کے اعتبار سے اس کی چار مندرجہ ذیل قسمیں ہیں۔

۱۔ واجب ۲۔ مستحب ۳۔ حرام ۴۔ مکروہ

۱۔ طلاق اس واجب ہوتی ہے جب میاں بیوی کے جھگڑے میں فیصلہ کرنے والے ثالثوں کی رائے یہ ہو کہ ان دونوں کو الگ کر دینا ہی بہتر ہے۔

۲۔ طلاق مستحب اس وقت ہوتی ہے جب میاں بیوی متفق نہ ہوں۔ اور دونوں کے درمیان شدت اختیار کر لے۔ اس صورت میں گناہ سے بچنے کے لئے دونوں کا الگ ہو جانا ہی بہتر ہے۔

۳۔ طلاق ناجائز یا حرام اس صورت میں ہوتی ہے جب عورت مدخولہ (مباشرت کی ہوئی) ہونے کی صورت میں حیض کی حالت میں ہو یا اسے طہر (عورت کی پاکی کی حالت) میں ہو جس میں وہ عورت سے مباشرت کر چکا ہو۔

۴۔ اور طلاق مکروہ (نا پسندیدہ) اس صورت میں ہوگی جب کہ میاں بیوی کے تعلقات درست (مارمل) ہوں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کر رہے ہوں۔

اور بعض فقہانے یوں لکھا ہے کہ:-

(۱) طلاق اس وقت واجب ہوتی ہے جب مرد کسی جنسی عیب کی بنا پر اپنا وظیفہ طبعی ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ یا عورت کا نفقہ (خرچہ) ادا نہ کر سکتا ہو۔ اس صورت میں عورت کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے لئے طلاق کا مطالبہ کرے اور ایسی حالت میں مرد پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔ کیونکہ ایسی صورت میں عورت کو بد اخلاقی یا بے آبروی میں مبتلا ہونے کا کسی مشکل میں پڑ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

۱۔ ثعلبی، منقول از تفسیر قرطبی ۱۴۹/۱۸

۲۔ تفسیر ابن جوزی ۲۶۴/۱ مطبوعہ دمشق نیز شرح مسلم از نووی ۶۱/۰-۶۲ مطبوعہ۔

- ۲۔ طلاق اس صورت میں حرام ہوگی جب اس کی وجہ سے شوہر کو اپنی عورت یا کسی اجنبی عورت کے ساتھ حرام کاری میں مبتلا ہونے یا لوگوں کے حقوق غصب کرنے کا اندیشہ ہو۔
- ۳۔ طلاق مکروہ اس صورت میں ہوگی جب بغیر کسی سبب کے دی جائے کیونکہ ایسا کرنا اصلاً ناجائز ہے۔
- ۴۔ اور طلاق مستحب اس وقت ہوگی جب عورت بد اخلاق ہو۔ چاہے وہ بدکار ہو یا گستاخ یا نماز روزہ وغیرہ فرائض ترک کرنے والی ہو۔ ۱۵

طلاق کا حق مرد ہی کو کیوں ہے؟ غرض اس موقع پر ایک اہم سوال یہ ہے کہ طلاق دینے کا حق کس کو ہے؟ آیا مرد کو یا عورت کو؟ تو اسلام نے یہ حق اصلاً مرد کو دیا ہے کہ وہ اپنی صوابدید کے مطابق سوچ سمجھ کر اس حق کو استعمال کرے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ فطری و طبعی اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد میں کھل، بردباری اور دوراندیشی کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دینے سے پہلے ہزار بار اپنے مستقبل کے بارے میں سوچے گا کہ اسے طلاق دینی چاہئے یا نہیں؟ اور جب وہ طلاق دینے کا فیصلہ کر ہی لے گا تو اس کا یہ فیصلہ طویل غور و خوض کا نتیجہ ہوگا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مرد کے اوپر عورت کے مقابلے میں ذمہ داریاں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ معاشی کفالت و خبرگیری کا بوجھ بھی اس کے کندھوں پر رہتا ہے۔ اور صاحب اولاد ہونے کی صورت میں تو وہ سہرا پا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ لہذا وہ طلاق دینے سے پہلے ان تمام پہلوؤں پر اچھی طرح سوچ لیتا ہے اور اسلام کے نتیجے میں اسے کیا کیا نقصان ہو سکتے ہیں۔

اس کے برعکس اسلامی قانون کی رو سے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ نہیں ڈالا گیا اس وجہ سے عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر عورت کو بھی یہ حق دے دیا جاتا تو چونکہ وہ زیادہ جذباتی ہوتی ہے اس لئے وہ بغیر غور و فکر کے بات بات طلاق دیتی۔ پھر بھی اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے خلع کا حق دیا ہے اگر وہ چاہے تو کسی معقول بنیاد پر مرد سے علیحدگی کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس اعتبار سے اسلامی شریعت نے نہایت درجہ دانشمندانہ طور پر عورت اور مرد دونوں کی فطرت اور طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حد درجہ منصفانہ اور مناسب حال احکام جاری کئے ہیں۔

طلاق ایک پرائیویٹ معاملہ | طلاق مرد اور عورت کا ایک پرائیویٹ معاملہ ہے کیونکہ وہ دونوں ایک دوسرے کے راز دار ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کی کمزوریوں سے بھی بخوبی واقف ہے لہذا بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر نوبت جب طلاق پر آ جاتی ہے تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ طلاق کے اسباب کو مخفی ہی رکھا جائے۔ ایک دوسرے کی کمزوریوں کو معاشرہ

میں طہشت ازبام نہ کیا جائے جس کی وجہ سے مزید ضرابی اور مفسدہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اسلام نے ان تمام پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے مرد کو طلاق کا اور عورت کو خلع کا حق دیا ہے۔ جو ہر فرد کا شخصی و ذاتی حق ہے۔ اب اس شخصی و انفرادی حق کو حکومت یا عدالت کی طرف منتقل کرنا اور طلاق کی ضرورت کو عدالت کے ذریعے ثابت کرنے کی کوشش کرنا اسلام کے عطا کردہ شخصی و انفرادی آزادی کو چھیننے کے مترادف ہے۔ قرآن مجید تو اس مسئلے میں صاف صاف کہتا ہے۔

الَّذِي بَيْدَهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (بقوۃ ۲۳) وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اس کی شرح میں ایک حدیث منقول ہے کہ عقدہ نکاح کا مالک شوہر ہے۔
اس کا مطلب یہ ہے کہ نکاح مکمل ہو جانے کے بعد نکاح کو قائم رکھنے یا ختم کرنے کا مالک شوہر ہے۔ اور وہی طلاق دے سکتا ہے۔

غرض طلاق دینے یا نہ دینے کا اختیار صرف شوہر کو ہے اور یہ حق کسی اور کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح وہ کسی کی اجازت پر بھی موقوف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا یہ شرعی حق چھیننا یا اس پر پابندی عائد کرنا ہو گا جو جائز نہیں ہے۔

طلاق کا صحیح طریقہ | مذاہب عالم اور خصوصاً یہودیت و عیسائیت میں نکاح و طلاق کے ضوابط کے سلسلے میں جو سختیاں موجود تھیں یا ان میں جو کوتاہیاں ہوئیں ان کے انزالے کے لئے اور اس کی حکمت

اسلامی شریعت کو نہ صرف ایک کامل ضابطہ کے روپ میں پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کے ہر قسم کے نقص و عیب سے بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ طلاق دینے کے متعدد شرائط رکھی گئی ہیں جن کو ملحوظ رکھنے کے باعث اول تو طلاق دینے کی نوبت ہی بہت کم آتی ہے۔ اور اگر آتی بھی ہے تو پھر دی ہوئی طلاق واپس لے کر مطلقہ عورت کو دوبارہ اپنی بیوی بنانے کا موقع حاصل رہتا ہے۔

چنانچہ جب کوئی شخص کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو اصل اسلامی قانون کے مطابق اس کا سنت طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق نہ دے بلکہ پاکی کی حالت میں دے۔ اور پاکی کی حالت میں طلاق دینے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس نے اس دوران اپنی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔ یعنی جس طہر (عورت کی پاکی کی حالت) میں وہ عورت کو طلاق دے رہا ہے اس میں اس سے ہم بستر ہونے بغیر طلاق دے۔ اور اسلامی شریعت ان دو بنیادی شرائط کو عائد کر کے دراصل مرد کو طلاق دینے سے روکنا چاہتی ہے۔ وہ اس طرح کہ حیض کی حالت میں مباشرت کرنا طبعی نقطہ نظر سے سخت نقصان دہ بات ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات عورت کی جان کے

لائے پڑ جاتے ہیں۔ اسی بنا پر یہ حالت ہفتہ عشرہ تک قائم رہتی ہے جو مردوں پر زیادہ تر شافی گزرتی ہے۔ اور وہ عورت کے پاک ہونے کی راہ دیکھتے رہتے ہیں۔ اب چونکہ شریعت نے یہ شرط رکھی ہے کہ عورت کو اگر طلاق دینا ہے تو اس کی پاکی کی حالت میں اور بغیر مباشرت کے طلاق دو۔ تو اس شرط کو اکثر مرد پورا نہیں کر پائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ طلاق کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اس طرح طلاق دینے کو اسلامی شریعت میں ”طلاق سنت“ کہا گیا ہے۔ یعنی طلاق دینے کا صحیح اور اور مستنون طریقہ۔

اسی طرح طلاق کا سنت طریقہ یہ بھی ہے کہ طلاق دینا اگر ضروری ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے رتین طلاقیں نہ دی جائیں، جس کی رو سے بعد میں عدت کے اندر رجوع کر کے (دی ہوئی طلاق واپس لے کر) مطلقہ کو بچہ سے بیوی بنا لینے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب کوئی شخص طلاق کی ان شرائط کو پورا کرتے ہوئے اگر طہر کی حالت میں اپنے نفس پر حیر کر کے طلاق دے بھی دے تو ایک طلاق (اور اسی طرح دو طلاق) دینے کی صورت میں اسے اپنے فعل پر شرمندہ ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اس طرح شریعت نے قدم قدم پر حکمت و مصلحت اور دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے تاکہ طلاق کی نوبت بہت کم آ سکے۔ مگر تین طلاق ایک ساتھ یا ایک ہی طہر میں یا حیض کی حالت میں دے دینا لوگوں کی جہالت ہے جس کی وجہ سے رجوع کرنے کا موقع باقی نہیں رہتا۔

چنانچہ بیک وقت یا ایک ہی طہر میں یا حیض کی حالت میں طلاق دینے سے عورت فوری طور پر حرام ہو جاتی ہے جس کو اصطلاح میں ”طلاق مغلطہ“ کہتے ہیں۔ یعنی سخت طلاق۔ اور ایسی عورت کا حکم یہ ہے کہ جب تک وہ دوسرا نکاح کر کے دوسرے سے ہم بستری کے بعد طلاق حاصل نہ کر لے وہ پہلے شوہر کے لئے حلال نہیں رہتی۔ یہ سخت ضابطہ شریعت نے اس لئے رکھا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق ہرگز نہ دے۔ بلکہ اس کے نتائج پر اچھی طرح غور کر لے۔ لیکن اگر وہ یہ سخت قدم اٹھائے گا تو پھر بیوی بھی بطور سزا اس پر حرام ہو جائے گی۔

تین طلاق کا مسئلہ اسلامی شریعت میں طلاق کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ عورت کو سنت طریقے کے مطابق ایسے طہر کی حالت میں جس میں اس سے مباشرت نہ کی ہو۔ صرف ایک طلاق دے کر چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے۔ اس کو اصطلاح میں ”طلاق احسن“ (سب سے اچھی طلاق) کہا جاتا ہے۔ اور طلاق سنت کی ایک دوسری قسم بھی ہے۔ جس کے مطابق عورت کو تین طہروں میں تین (ہر طہر میں ایک ایک) طلاق بھی دی جاسکتی ہے اور اسے ”طلاق حسن“ (اچھی طلاق) کہا جاتا ہے مگر اس صورت میں تیسری طلاق کے بعد عورت حرام (باقی منظر) ہو جاتی ہے۔

ایسی طلاق جس میں رجوع کرنے کا حق باقی رہتا ہے وہ صرف ایک یا دو طلاق تک ہی ہوتا ہے جب کہ تین طلاقیں کے بعد عورت حرام (باقی منظر) ہو جاتی ہے۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک

طلاق دیتا ہے تو اس سے عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے۔ اور اس سے اپنے فیصلے پر غور و خوض کرنے کا بھی کافی موقع ملتا ہے۔ کیونکہ یہ مدت تین ماہ کی ہوتی ہے۔ جس میں عورت کی جذباتی اس پر بہت شاق گذرتی ہے۔ مگر جب وہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی نہیں کرتا یا اس دوران عدت کے اندر اگر دوسری طلاق بھی دے دیتا ہے تو اس سے ظاہر ہوگا کہ اس نے عورت سے جدا ہونے کا پکا فیصلہ کر لیا ہے۔ اور اس بنا پر وہ مزید غور و خوض کو سیکار سمجھتا ہے اس کا یہ رویہ دو طلاقیں سے بخوبی ظاہر ہو جائے گا۔ اور تیسری طلاق قطعی فیصلہ کر دے گی کہ اسے بیوی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ دیہ بات طلاق حسن کی صورت میں ہوگی۔ اسی وجہ سے قرآن مجید میں کہا گیا ہے کہ:-

”طلاق دوبار ہے“ (بقرہ ۲۲۹) یعنی طلاق رجعی دوبار ہے جس میں طلاق دینے والے کو غور کرنے کا کافی موقع مل جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد ”یا تو سیدھے طریقے سے روک لینا ہے یا سیدھے طریقے سے رخصت کر دینا“ (بقرہ ۲۲۹) اس طرح شریعت نے زیادہ سے زیادہ تین طلاقیں کی حد مقرر کی ہے۔ اور اس میں بہت بڑی حکمت کا اثر ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر تین سے زیادہ مرتبہ طلاق دینے کا اختیار دیا جاتا تو اس صورت میں طلاق مرد کے لئے ایک تنہیاریا ایک کھلونا بن جاتی۔ اور تین سے کم کا اختیار دینے کی صورت میں غور و فکر یا اپنے فیصلے پر نظر ثانی کا موضوع باقی نہ رہتا۔ طلاق چونکہ اصلاً مکروہ ہے اسی وجہ سے تین کے اندر رجوع کرنے کا اختیار دیا گیا ہے اور تیسری طلاق کے بعد بیوی بطور سزا طلاق دینے والے پر حرام ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بیوی کے روپ میں اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا کی جو سب سے بڑی نعمت عطا کی تھی اس کی اس نے صحیح قدر نہیں کی۔ بلکہ اس نعمت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے۔ تو اب اسے اس کے شرعی نتائج بھگتنے ہی ہوں گے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص خدا کی ایک نعمت کو حقارت سے ٹھکرائے بھی اور وہ اس سے چمٹا بھی رہے۔ یا اس انتہائی اقدام کے باوجود اسے اس نعمت سے مستفید ہونے کا موقع بھی دیا جاتا رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک خلاف عقل بات ہوگی۔ لہذا اب اس کی سزا یہ ہے کہ اب اس کی بیوی جب تک کسی دوسرے مرد کا منہ نہ دیکھ لے وہ پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی۔ اور اس کے لئے بھی عورت کی رضا مندی کے علاوہ نئے مہر سے اور نئے مہر کے ساتھ نکاح ضروری ہے۔ اور شریعت کا یہ پورا ضابطہ حکمتوں اور مصالحتوں سے بھرا ہوا ہے۔

طلاق رجعی کی حکمت | طلاق رجعی دہلانے والی طلاق جو تین سے کم ہو، میں نکاح نہیں ٹوٹتا۔ بلکہ باقی رہتا ہے جب تک عدت ختم نہ ہو جائے۔ بخلاف طلاق بائن کے جس میں نکاح باقی نہیں رہتا لہذا طلاق رجعی کی صورت میں شریعت

۱۔ شاہ ولی اللہ نے جہ ۱۳۹/۲ میں اس موضوع پر جو اجمالی بحث کی ہے اس کی یہ شرح ہے۔ ۲۔ امام ابن قیم نے اپنے

فتاویٰ ۳۲۱/۳۲ میں جو اجمالی اشارہ کیا ہے اس کی یہ شرح و تفصیل ہے۔

نے مرد کو عورت کی عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرنے (دی ہوئی طلاق کو واپس لینے) اور مطلقہ کو بچہ سے بیوی بنا لینے کا اختیار دیا ہے۔ تاکہ اگر کسی نے جلد بازی میں یا کسی فوری جذبے کی وجہ سے طلاق دے دی ہو تو اس کی تلافی کا موقع باقی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون کی رو سے عدت کی حالت میں کسی غیر شخص کے لئے مطلقہ کو نکاح کا پیغام بھیجنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ان دونوں کی اصلاح پر اثر پڑ سکتا ہے۔

طلاق سے پہلے صلح صفائی | شریعت نے یہ تمام مصلحتیں نہایت دور اندیشی کے ساتھ رکھی ہیں۔ تاکہ معاشرے کی اصلاح اور سدھار کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ موقع بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ اور یہ ساری مصلحتیں ایک صمیم اور سچے مذہب ہی کی نشانی ہو سکتی ہے۔ مگر آج کل عام طور پر طلاق دینے کا جو غلط طریقہ رائج ہو گیا ہے اس کی وجہ سے اصلاح اور نظر ثانی کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک وقت ایک ایک لفظ تین طلاق دینا اور اس طرح طلاق دینا اسلامی شریعت کی نظر میں خلاف سنت اور سخت گناہ کا باعث ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ میاں بیوی کا تعلق زندگی بھر کے لئے ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے رفیق کار اور مونس و غم خوار ہوتے ہیں۔ بیوی اگر کچھ خامیاں ہوں تو کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ جس طرح کہ خود میاں میں اگر کچھ خوبیاں ہوں تو کچھ خامیاں بھی ہو سکتی ہیں۔ لہذا دونوں کو برداشت کرنے کی عادت ہونی چاہئے۔ ورنہ زندگی کی گاڑی آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ انسان میں سو فیصد خوبیاں ہی خوبیاں پائی جائیں۔ اور وہ پوری طرح فرشتہ نظر آئے۔ لہذا قرآن مردوں کو حقیقت پسندانہ نقطہ نظر اپنانے کی دعوت دیتے ہوئے عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرنے اور ان کی بعض ناپسندیدہ عادتوں نظر انداز کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ (نسار ۱۹)

لیکن پھر بھی اگر زوجین کے درمیان اختلاف برپا ہو جائے جو نزاع کی صورت اختیار کر لے تو اس وقت وہ حکم دیتے ہیں کہ طرفین کی جانب سے ایک بچہ بٹھا کر ان دونوں کے اختلافات کا فیصلہ کرے (نسار ۳۵)

اس کے باوجود بھی اگر اصلاح نہ ہو تو پھر آخری چارہ کار کے طور پر طلاق کی اجازت دیتے ہیں مگر تاکید ہے کہ سنت طریقے کے مطابق صرف ایک طلاق دی جائے تاکہ بعد میں دوبارہ مصالحت اور ملاپ کی گنجائش باقی رہے۔ ورنہ تین طلاق سے رشد ازدواج پوری طرح منقطع ہو جاتا ہے۔

طلاق اصلًا فساد تمدن کا باعث ہے | طلاق چونکہ حقیقتاً فساد معاشرت اور فساد تمدن کا باعث ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور اس فعل سے صرف شیطان اور اس کے کارندوں ہی کو خوشی ہو سکتی ہے۔ شیطان اور اس کے کارندے چاہتے ہیں کہ میاں بیوی میں پھوٹ پڑ جائے۔ جس کے نتیجے میں ایک خاندان ٹوٹ کر تباہ ہو جائے۔ ایک خاندان چونکہ معاشرے کی ایک اکائی (یونٹ) ہوتا ہے۔ لہذا جب کسی معاشرے کی اکائیاں یکجہرا جیں تو پھر ظاہر ہے کہ ایسا معاشرہ پنپ نہیں سکتا۔ جیسا کہ آج مغربی ممالک کا حال ہے۔ جو طلاقیوں کی کثرت بلکہ بھرمار کے باعث

آج اپنے زوال کے انتہائی منازل طے کر رہا ہے۔ اور اس کے اعداد و شمار حد درجہ ہولناک ہیں۔ اور اس سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی خاندان ٹوٹ کر کچھ جاتا ہے تو اس سے طرح طرح کے معاشرتی فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اخلاقی برائیاں پھیلتی ہیں۔ جو تمدن و معاشرے کے استحکام میں رخنے پیدا کرتی ہیں اور اس اعتبار سے بھی آج مغربی ممالک کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اس سلسلے کی تیسری حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے ذریعہ دو بے گانہ خاندانوں کے درمیان نسبی اور سسرالی جثیت سے جو دینا رشتہ قائم ہوا تھا اور ان دونوں کے درمیان جو اتحاد اور یگانگت پیدا ہوئی تھی وہ طلاق کی بدولت ان کی آن میں ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان دونوں میں مستقل نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی وجہ سے ابلیس کا کوئی کارندہ جب میاں بیوی کے درمیان پھوٹ اور نفاق پیدا کر کے ان دونوں کو جدا کر دیتا ہے تو ابلیس اس فعل کو اس کارندہ کا ایک کارنامہ تصور کرتے ہوئے اس کی پیٹھ ٹھونکتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھا لے پھر وہ اپنے کارندوں کو بھیجتا ہے (تاکہ وہ لوگوں کو گمراہ کرے) تو ان میں اس کا مقرب ترین کارندہ وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ گر ہو۔ چنانچہ جب کوئی کارندہ آکر اسے یہ رپورٹ دیتا ہے کہ اس نے فلاں فلاں کام کیا ہے تو وہ کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ پھر ان میں کا ایک کارندہ آکر کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی پیدا کر دی ہے تو وہ اسے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے واقعی کچھ کام کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام میں بلا وجہ طلاق دینا تو درکنار طلاق کا نام تک زبان پر لانے کی سخت ممانعت ہے۔ اور اسی بنا پر سنسی مذاق کی طلاق کو بھی نافذ قرار دیا گیا ہے۔ تاکہ کوئی بھولے سے بھی اس کا تصور یا تلفظ نہ کرے۔ غرض طلاق پر بندش عائد کرنے کے جتنے بھی عقلی طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان سب کو اسلامی شریعت نے اختیار کیا ہے۔

طلاق ایک معقول اور سائنٹیفک قانون | اس بحث سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اسلامی شریعت ایک معیاری، معقول اور متوازن شریعت اور سائنٹیفک قانون | اور ایک سائنٹیفک قانون ہے جو آزاد جنسی تعلقات اور "ذواقیت" (جنسی مزہ

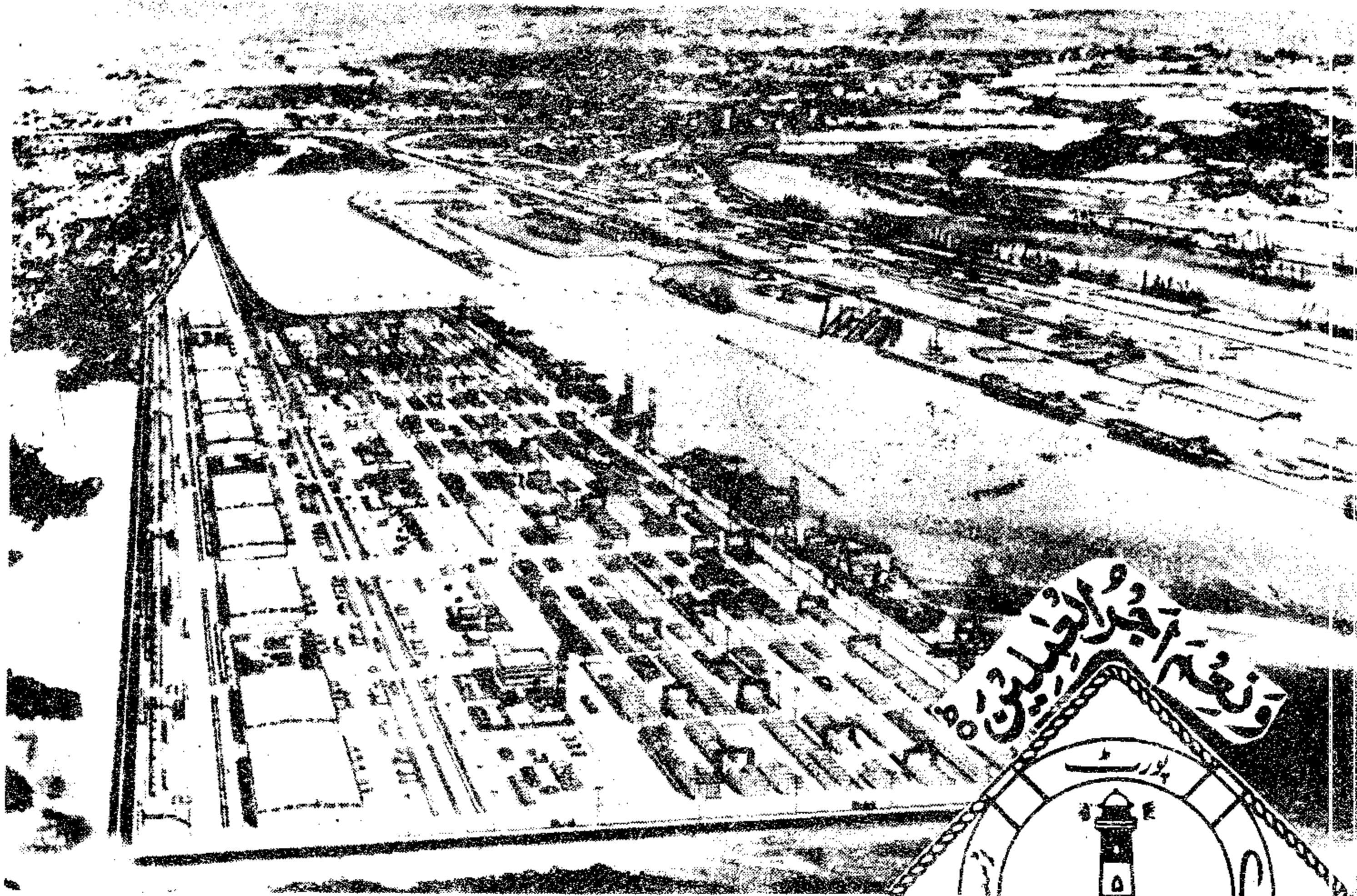
چکھنے پھرنے) پر پابندی عائد کرتے ہوئے صرف نکاح کی حدود میں اپنی جنسی خواہش پورا کرنے پر زور دیتی ہے۔ اور غیر نکاحی طریقوں سے اجتناب کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ہر مرد اور عورت کو پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر ابھارتی ہے۔ اور طلاق کی اجازت سخت مجبوری کی حالت میں دیتی ہے جب کہ اصلاح معاشرہ کے نقطہ نظر سے اس کے علاوہ اور کوئی پارہ کارنہ

رہ جائے۔ ظاہر ہے کہ اس اعتبار سے یہ قانون "دور وحشت" یا "قرون مظلمہ" کی کوئی یادگار نہیں بلکہ ایک معقول اور سائنٹیفک قانون ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک زندہ اور ترقی یافتہ مذہب اور ایک صالح و متوازن معاشرے کے لئے قانون طلاق کو قبول کرنے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا کی اکثر و بیشتر متقدم قومیں جو عصر حاضر تک اس قانون کو قبول کرنے سے انکار کرتی تھیں وہ بھی اب بیسیویں صدی میں اسے قبول کرنے پر مجبور نظر آ رہی ہے۔ اور اس سلسلے میں عیسائیت اور ہندو مت کی واضح مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلاق کا قانون اور رواج کوئی دقیانوسی چیز نہیں بلکہ موجودہ ترقی یافتہ دور کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اور اسلام دنیا کا پہلا مذہب ہے جس نے چودہ سو سال پہلے ایک مکمل، معقول اور سائنٹیفک ضابطہ پیش کر کے عصر جدید کی بخوبی رہنمائی کی ہے۔ اور موجودہ ترقی یافتہ دنیا کو جلد بدیر اس مکمل ضابطہ کو تسلیم کرنے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ضابطہ ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک جامع اور حکیمانہ ضابطہ ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے حقوق کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس میں عورت پر ظلم یا اس کے حقوق پر دراندازی کا کوئی نشانہ بھی موجود نہیں ہے۔ جیسا کہ آج مخالفین اسلام بطور پروپیگنڈہ کہتے ہیں۔ بلکہ یہ قانون آج اکثر صورتوں میں عورت کی جان بچاتا ہے۔ اور خاص کر ہندوستان میں، جہاں پر جہیز کی وبا کے سبب سے ہزاروں عورتوں کو دن دھاڑے چلا کر یا گلا گھونٹ کر مار دیا جاتا ہے۔ اگر ہندو مذہب میں طلاق کا قانون عام ہوتا تو یہ صورت حال کبھی نہ پیش آتی۔ بلکہ بے کس و مظلوم عورتوں کی جان بچ جاتی۔

خلاصہ بحث | حاصل یہ کہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کے لئے بعض اوقات طلاق کا ضابطہ نہایت ضروری ہوتا ہے۔ ہاں البتہ اس کا غلط استعمال خرابیاں پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا اس معاملے میں افراط اور تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی اختیار کرنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ نکاح کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ ایک مرد اور ایک عورت کسی نہ کسی طرح ایک دوسرے کے ساتھ بندھے رہیں۔ خواہ ان دونوں کے باہمی روابط کتنے ہی کشیدہ کیوں نہ ہوں بلکہ مقصد حقیقی یہ ہے کہ ان دونوں کے ملاپ سے ایک اچھی اور خوشحال زندگی وجود میں آئے۔ اور وہ دونوں اپنی زندگی کا سفر ایک دوسرے کے حقوق و واجبات کو ادا کرتے ہوئے خوش اسلوبی کے ساتھ طے کریں لیکن جب دونوں کے تعلقات سخت کشیدہ ہو جائیں۔ جس کی بنا پر یہ اندیشہ ہو جائے کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود (حدود الہی) کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اس صورت میں ان دونوں کا الگ ہو جانا ہی معاشرے کے حق میں بہتر ہو گا۔ اور اس قسم کے سخت حالات میں بھی علیحدگی کا دروازہ نہ کھولنا انسان سے اس کے آزادانہ حق انتخاب کو چھیننے کے مترادف ہو گا۔ ظاہر ہے جب کسی انسان کی ازدواجی زندگی اجیرن ہو گئی ہو اور وہ متوقع خوشیوں اور مسرتوں سے محروم ہو چکا ہو، مگر اس کے باوجود بھی اگر اسے علیحدگی کا حق نہ ملے تو اس کے سامنے دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ یا تو وہ خودکشی کرے یا بچوں کا

محفوظ و قابل اعتماد مستعد بندر گاہ بندر گاہ کراچی جہازوں کی جنت



بندر گاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں
ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجینئرنگ میں کمال فن
- جدید ٹیکنالوجی
- مستعد خدمات
- پاکفائیت اخراجات
- مسلسل محنت

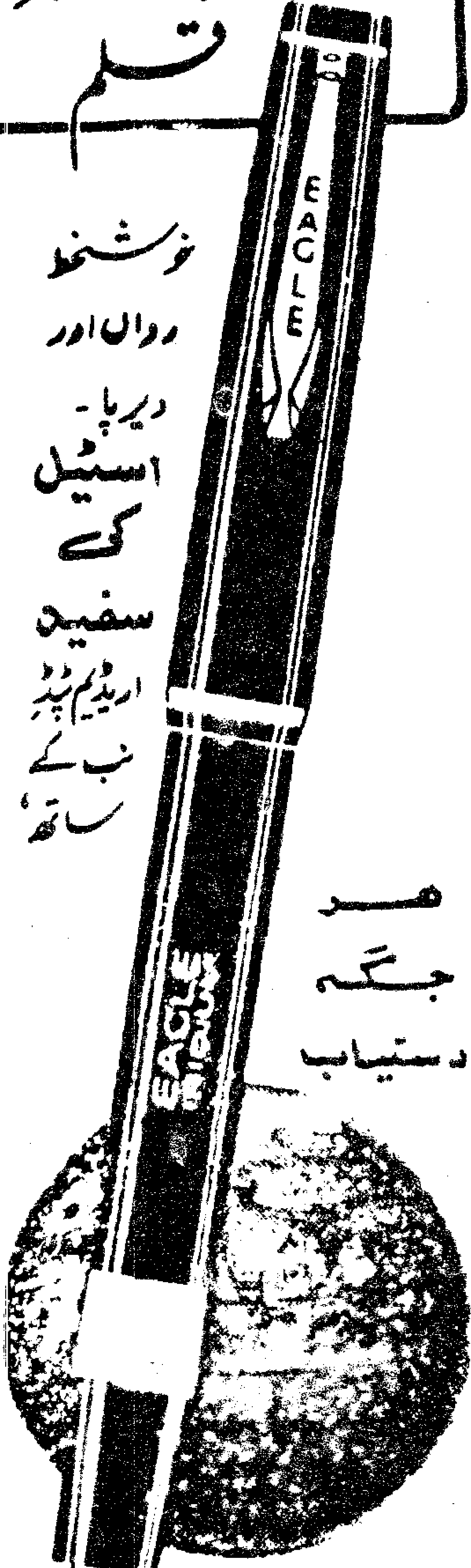
۲۱ ویں صدی کی جانب رواں بمب

جدید، مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے مہرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندر گاہ کراچی شرقی کی جانب رواں

ایکل

ایک عالمگیر
قسم

خوشنود
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
ارڈیم پڈ
نب کے
ساتھ



جلد
جنگہ
دستیاب

آزاد فریڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

حسین کے پارچہ جات

دیکھیں
دیکھیں
دیکھیں

کنز لائق قسم ہیں
سب انظر علیہ
کمال کارڈ
سلافت
کمال کارڈ
سلافت
کمال کارڈ
سلافت

حسین کے خوبصورت پارچہ جات
زمرت آئینہ دار ہیں
جو آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ غنائیں ہوں یا

مردوں کے لباسات کیلئے
مردوں۔ حسیں کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔

خوش پوشی کے پیش رو

حسین ٹیکسٹائل مٹز
حسین اینڈ سٹریٹ لیمیٹڈ کراچی
جو ملی انٹرنیشنل ہوٹلز کے آرڈرنگ ڈیپارٹمنٹ کے ذریعہ کراچی کا ایک ٹریڈ سٹال

سُہراب

پاکستان کا
نمبر
1
بائیکل

سُہراب

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے سانحہ ارتحال پر

ہممہ گیر سول اور عالمی تعزیت

مولانا - حد صائق صاحب
مترجم فتاویٰ عالمگیری
بڑے حضرت جی کے سانحہ انتقال سے یہاں ہم سب کو از حد افسوس ہوا۔
انا للہ وانا الیہ راجعون

علم و زہد کی دنیا میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسلام کا ایک بہت بڑا جنیل رخصت ہو گیا ہے جنہوں نے لا محذور مجاہدین سرکف تیار کئے جنہوں نے علوم دینیہ کی ایسی فنڈلین روشن کیں جو رہتی دنیا تک فروزاں رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنبت الفردوس میں جگہ دے۔ اور درجات بلند فرمائے۔ اللہم لا تخرمنا اجرہ ولا تطفئنا بحدہ والحقہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ البازری مدظلہ
جامعہ اشرفیہ لاہور
حضرت شیخ المشائخ کی رحلت یقیناً ایک عظیم ملی دینی قومی حادثہ کا رشتہ ہے۔ آپ کو اللہ
تھے۔ باعتبار مقام اور ہمارے والد و مربی تھے روحاً و علماً و دیناً و اخلاقاً

اس غم میں ہم سب آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
جناب کے والد شیخ المشائخ کی رحلت سے ہم سب مل کر بلکہ جمیع اہل پاکستان ظل رحمۃ اللہ وبرکات اللہ سے محروم
ہوئے اور یتیم ہوئے۔

نموت جسیعاً کلنا غیر ما شک لا ولا احدٌ یبقی سوی ما لا ملک
یہ دنیا واد فراق ہے۔ اللہ تعالیٰ دارالقرار جنّت الفردوس میں شیخ المشائخ مرحوم کی صحبت و لقا ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین
انا لفی داسر الفراق فلن نری
بہا احدٌ اما عاشق مجتہع الشمل

درس حدیث میں حضرت مرحوم کے لئے اور آپ حضرات کے لئے طلبہ سے دعا کرائی۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مرحوم کو
جنّت الفردوس میں مقانات عالیہ و مراتب ستیہ نصیب فرمائے آمین۔ حضرت الشیخ اگرچہ بظاہر ہم سب سے جدا ہوئے۔ لیکن
ایسے بزرگ حیات جاودانی سے سرفراز ہوتے ہیں۔ حضرت المرحوم المغفور آثارہ لمحات مکارم باقیات۔ دارالعلوم حقایقہ فدائے
علمیہ دینیہ قومیہ۔ ہزار تلامذہ و تلامذہ تلامذہ وان سلفوا و بعدوا۔ تصانیف و امالی قیمہ۔ ان کے علاوہ آپ جیسے جانشین
عالم کامل عامل صالح جامع فضائل و فوائد شتی کے پیش نظر زندہ تابندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت و توفیق دے تاکہ
آپ کے ذریعہ اسوۂ حقایقہ۔ مکارم حقایقہ۔ فیوض حقایقہ دارالعلوم حقایقہ کا سلسلہ قائم و دائم رہے۔ آمین
میں آپ کے لئے دعا گو ہوں۔ حضرت شیخ مرحوم کے بعد آپ کا وجود موجب طمانینہ قلب و سکون ہے۔ آپ سے
بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

مولانا محقق اسم تاسمی | آنجناب کے والد ماجد استاد ذالاسانہ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا سجاد الحق صاحب رحمۃ اللہ
جامعہ فاسم العلوم فقیر والی | علیہ سستی اللہ شرارہ وجعل الجنة مثواه۔ کی وفات حضرت آیات اور انتقال پر ملال کی اندوگین
اور المناک خبر سن کر دل و دماغ پر جو گندی۔ قلب و جگر پر جو ہیتی اس کی تعبیر سے زبان و دہان یکسر عاجز اور اس کی تحریر و
تصویر سے قلم قاصر ہے۔ اس حادثہ فاجعہ نے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ قلب پر ایک برقی سی گرتی ہوئی ممکس
ہوئی۔ دل کی دنیا میں ویرانی کا احساس بڑی شدت اور حدت سے ابھرا۔

حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور جو کل تک ہم میں موجود تھے جن کی ذات قدسی صفات سے علوم و مہارت کے
چشمے پھوٹ رہے تھے جن کی زبان فیض ترجمان ہر وقت قال اللہ وقال الرسول کی سلامہ نواز صدائوں سے ترس رہی
تھی۔ جن کی زبان کی حلاوت اور شیرینی اعداد و مخالفین کے قلوب کو مودہ لیتی تھی۔ جو علوم و فضل کا بحر سبکیاں تھے۔ جو
ذہانت و فطانت کا پیکر تھے۔ جو اخلاق عالیہ کا ایک نادر نمونہ تھے جو اسوۂ رسولؐ پر پوری طرح گامزن تھے جن کی
زندگی امداد کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھی۔ جن کے دل کی ہر دھڑکن، جن کے دماغ کی ہر سوچ، جن کے قدم کے ہر حرکت
اسلام اور محض اسلام کے لئے تھی۔ جن کے دل کی دنیا عشق رسولؐ سے آباد و شاداب تھی جن کی اسلامی تعلیمات کی
نشر و اشاعت کے لئے عظیم الشان اور فقیہ المثال خدمات تا قیامت تاریخ کے آسمان پر درخشندہ و تابندہ رہیں گی۔
حضرت شیخ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے جو اپنی ذات میں ایک انجمن ایک ادارہ اور ایک مؤثر تھی۔ جن
کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفید ہوا۔ جنہوں نے اپنی بے پناہ کوشش و کاوش، غیر معمولی تگ و دو اور محنت
و ریاضت سے ایک چھوٹے سے ادارہ کو ایک عظیم و جلیل ادارہ کا روپ دیا جو پاکستان کی سر زمین پر ثانی دارالعلوم دیوبند
بن کر جلوہ گر ہوا۔ جس سے لاکھوں طلبہ مستفید ہوئے۔ جس سے ہزاروں علما پیدا ہوئے۔ جس سے سینکڑوں منشاخ
نے استفادہ کیا جو پاکستان کی سوہنی و سہرتی پر تعلیمات اسلامیہ کے ایک ایسے جلیل المرتبت ادارہ کی شکل میں تشکل
و جلوہ گر ہوا جس کی نظیر ناپید ہے۔ مولانا کی وفات سے مذہبی اور دینی حلقوں میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے
جس کا پُر ہونا بظاہر محال و ناممکن ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پر فائز فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔
پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں۔ آمین یا رب العالمین۔
حضر، جامعہ اساتذہ تلامذہ اور عملہ آں جناب کے اس غم میں برابر کے شریک و سہم ہیں۔

تحریک تحفظ ختم نبوت، بلوہ | مرحوم کی وفات سے مذہبی طبقہ خصوصاً دیوبندی مسلک کے افراد یقین ہو گئے ہیں مرحوم کی
علی و علی خدمات تاریخ کا سنہری باب ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل

کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مولانا عبدالرشید خطیب جامع مسجد احرار ربوہ)

ڈاکٹر احمد رضا پیرزادہ | مولانا عبدالحق صاحب کا انتقال ہم سب کے لئے بے حد اور بڑا عظیم نقصان ہے۔ ایک بڑے اور نہایت نیک شفیق اور بہت بلند پایہ عالم دین سے ہم محروم ہو گئے۔ ان کی عظمت کا اندازہ کبھی کوہِ معلک جس عتبت اور شفقت سے وہ مجھے نوانا کرتے تھے وہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ ایک بہت بڑا مینار علم اور چراغ دین بجھ گیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مولانا کو اپنے دیار رحمت میں جگہ دے۔ اور ان کے درجات بلند تر فرمائے۔ آمین

(دیارِ منندہ ڈاکٹر احمد رضا پیرزادہ آئی سپیشلسٹ راولپنڈی)

سنی مجلس عمل صوبہ سرحد | مجھے ہدفِ فسوس ہے کہ وقت کے ایک عظیم قائد اور قطبِ دوراں کے جنازے سے محروم رہا۔ بوجہ اسارت ہری پور جیل۔ ہم بتیس آدمی سٹی ایکشن کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں ہیں جب کہ ہمارے دل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی سے رو رہے ہیں۔ آج ہم سے علمِ نبویہ کا ایک سورج غروب ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ جنت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔ ہم آپ کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اللہ کریم جناب اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قاری محمد یوسف غفرلہ۔ حال اسر ہری پور جیل۔

آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی | استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سے دلی صدمہ ہوا
انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز | انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صرف آپ کا اور آپ کے خاندان کا صدمہ نہیں بلکہ حضرت کے ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں ارادت مندوں کا رنج و غم ہے۔ اور عالم اسلام بالعموم اور پاکستان بالخصوص ایک دینی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ اور سوگوار خاندان اور ان کے عقیدت مندوں کو صبر اور اس کا اجر عطا فرمائے۔ اور سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے۔ (امین طارق)

مہتمم قاسم العلوم ملتان | قدوة السالکین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی محبت و شفقت قاسم العلوم ملتان کے ساتھ مہم صوفی تھی۔ جب بھی ملتان تشریف لاتے تو جامعہ قاسم العلوم کو اپنے برکات و فیوضات سے ضرور سرفراز فرماتے۔ جامعہ قاسم العلوم سے آپ کا قلبی تعلق تھا۔ اب جامعہ قاسم العلوم بھی آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گیا ہے۔

تعزیتی اجلاس میں قرآن خوانی کے بعد آپ کی دینی سٹی اور ملکی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ جامعہ کے جملہ مدرسین نے آپ کی وفات کو عالم اسلام کا ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

اجلاس میں مولانا محمد اکبر صاحب مولانا محمد امین صاحب۔ مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب۔ مولانا عبدالرحمن صاحب لغاری۔

مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا مفتی عبدالرحمن صاحب۔ مولانا اعجاز احمد صاحب۔ مولانا منظور احمد صاحب۔ مولانا حافظ

عبدالواحد صاحب - مولانا محمد مسعود صاحب - مولانا قاری ضعیف الرحمن صاحب - مولانا قاری عاشق محمد صاحب
 مولانا قاری عبداللطیف صاحب - مولانا قاری حسین صاحب نے شرکت کی۔ جو اس صدر میں برابر کا شریک ہے۔ انڈیا
 حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں آپ کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے (مولانا عبد اللہ قاسم) معلوم تھا
 مولانا عتیق الرحمن سبھلی | نہ بیا۔ ستمبر ۱۹۸۳ء تک جس میں نے استاذ مخدوم و ختم کی حلت کی خبر پڑھی۔ اور
 مدیر اعلیٰ کھنڈ خان سدن | دل مسکس کر رہ گیا کہ مجھے نہ جانا تھا اور نہ جاسکا۔ اور حضرت پس دے راب ہماری زیارت
 کے لئے موت کے بل سے گزر کر آؤ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ الابرار الصالحین۔

جن چند یادوں سے میرے بچھے ہوئے دل کی روتی تھی ان میں سے ایک یاد حضرت والا کے اس دور کی بھی تھی، بلکہ
 ہے۔ جب میں حضرت کے حلقہ درس میں ایک طالب علم تھا۔ اور اس معنی میں خوش نصیب طالب علم کہ مجھے تو اکثر طلبہ کی طرح
 حضرت سے محبت تھی۔ حضرت بھی میرے ساتھ محبت و شفقت کا معاملہ کرتے تھے۔ میں نے شاید آپ سے کہا بھی تھا کہ
 پاکستان جانے کی اگر خواہش ہوتی ہے تو اس کے محرکات میں سے جذباتی محرک صرف حضرت (علیہ الرحمہ) کی زیارت کا جذبہ ہوتا
 ہے۔ ۷۷ء میں نے جو تقسیم کیا تو پھر صورت ہی کو ترس گئے۔ کیا معصوم اور دلنواز ایک شریعتی سی مسکراہٹ پہلے پررتی تھی؟
 اب اسے ڈھونڈ چراغِ رُخ زیبائے کر

اللہ بال بال مغفرت فرماتے اور اکرم کے اعلیٰ درجات سے نوازے۔ فرشتہ صفت انسان پورے معنی میں ایک ہی
 دیکھنا یاد ہے۔ اللہ آپ کو ان کا پورا جانشین بنائے۔ اور کسی معنی میں بھی جگہ خالی نہ رہنے پائے (عتیق الرحمن سبھلی)

مولانا سید عبدالحمید ندیم ناظم اعلیٰ | ابھی ابھی فون پر یہ المناک خبر سنی کہ اس الاقتیار حضرت مولانا عبد الحق ہمیں محروم
 مجلس تحفظ ختم حقوق اہلسنت پاکستان | کر کے خود محروم ہو گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت موصوف علم و عمل کا
 رے یونین فرانس | مثالی نمونہ اور ان کی پوری زندگی اپنے نیک نام اسلاف کا پر تو تھی۔ وہ پوری

دنیا کے اسلام کی متاع عزیز تھے۔ میں نے یہاں رات کے اجتماع میں جب یہ روح فرسا خبر بتائی تو شخص بے قرار اور
 ہر آنکھ اشکبار نظر آئی۔

ان کی خاموشی مگر پر جوش زندگی روشنی کا ایک ایسا مینار تھی جس سے حق و صداقت کے جادہ یہاں کو منزل
 کا نشان ملتا تھا۔ آج کے نازک حالات میں عالم اسلام، بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں کو ان کی رہنمائی و قیادت کی
 بہت زیادہ ضرورت تھی۔ مگر اللہ کے فیصلے ہماری حسرتوں کے پابند کہاں؟ میں آپ کو کیا تعزیت کروں۔ خود قابل تعزیت
 ہوں۔ مجھ پر ان کی خصوصی شفقتیں ناقابل فراموش ہیں۔ ہم ایک ایسے اخلاص کیش، بے نفس دیدہ ور، اور سراپا عمل
 شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں۔ کہ اس کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے۔ وہ
 جن سے محبت کرتے تھے ان کے ساتھ محشور فرمائے۔

آپ کو ان کی دعاؤں - تمناؤں کا حقیقی مصداق بنا کر ان کی امانتوں کی نگہداشت اور ان کے گلشن علم و حکمت کی پاسبانی کی توفیق بخشے۔ یہ ناچیز اگست کے اواخر میں حرمین شریفین سے ہونا سواری یونین فرانس کے اجباب کے اصرار پر یہاں پہنچا۔ چند روز کے لئے افریقہ کا سفر درپیش ہے۔ انشا اللہ اکتوبر کے اوائل میں پاکستان واپس آکر اکوڑہ خٹک حاضری دول گا۔

دعاجو۔ عجب المجید یدیم

مولانا انظر شاہ مسعودی دیوبند | کل گذشتہ "پاکستان ریڈیو" نے آپ کے والد ماجد نور اللہ مرقہ کے سارے رحلت کی المناک دے کر علی حلقوں کو ایک گہرے صدمہ میں ہمیشہ کے لئے مبتلا کر دیا آپ کے ملک کے مرحوم صدر صاحب کے بعد یہ دورہ درو انگیز نہ ہے جس کا الم و کرب، علم و دانش، دین و دیانت، تقاہت و رزانت سے تعلق رکھنے والے شدت سے محسوس کرتے رہیں گے۔ وہ صرف آپ کے باپ نہیں تھے بلکہ جامعہ علمائے روحانی باپ تھے۔ برصغیر کے دانشوروں کو ان کے ظل شفقت سے محرومی ہو گئی۔ پاکستان میں دیوبندیت کی بنیاد مل گئی۔ اسلاف کا نمونہ منظر عام سے ہٹ گیا۔ قدیم بزرگوں کی تصویر غائب از نظر ہوئی، زبد و آقا، توکل و استغنا کے آبدار و تابدار گوبر سے کائنات خروم ہو گئی۔ خدا تعالیٰ قلوب کو اس عظیم صدمہ کے برداشت کی توفیق عطا فرمائے۔ مرحوم کو کچھ کہ بزرگوں کی یاد تازہ سوتی تھی ان کی مجلسیں روح سکون محسوس کرتی تھی۔ قحط الرجال کا دور ہے ان کا وجود نا رکھیوں میں مندرہ نیر تھا رحمہ اللہ رحمتہ واسعہ۔ آج صبح دارالعلوم وقف میں جلسہ تعزیت اور ایصال ثواب کے لئے مجلس ہوئی ظہر کے بعد بھی مرحوم کے لئے دعا و ترقی درجہ آخرت کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا تھانی عبد الحکیم چاچی | اللہ وانا ایہ راجعون للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیئ عندہ باجل

مسی فلنصبرو لنحتسب فان المصاب من حرم الثواب

حضرت شیخ کے وصال پر شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ سے مستعار لے کر وہی شعر عرض کروں گا جو حضرت نے

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب کے وصال پر فرمایا تھا اور وہ یہ کہ

زیر ماتم او سپہر بقانون گریتے از چشم اختران ہمہ شب غول گریتے

حضرت کی زندگی دیکھ کر یوں کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ اٹھتر سالہ شب و روز کی دینی محنتوں

اسلامی خدمات، مجاہدانہ سرگرمیوں اور نیم شب کے گریہ و سہواہوں کا صلہ اور مزدوری وصول کرنے بارگاہ رب کریم میں تشریف

لے گئے ہیں اور اب واللہ حبیبہ شتال ذریعہ خیر ایہ کے ماتحت آپ پانی پانی کا حساب وصول فرما رہے ہیں فیضاً لا ثم ہنیلاً

علی تدریسی، تقریری اور تحریری خدمات تو آپ کے اظہر من الشمس ہیں۔ لیکن نفاذ شریعت کے لئے آپ اس خدمت

میں بالکل ہی منفرد ہیں۔ کہ پاک پارلیمنٹ میں کفر و الحاد اور غیر اسلامی ازموں کی ہمہ جہتی یلغار میں آپ نے شریعت محاذ کی

بنیاد ڈال دی ہے۔ اب ملک میں جو کوئی جب بھی جس قسم کی خدمت انجام دے گا شریعت محاذ ہی اس کی مضبوط بنیاد ثابت

ہوگی۔ جہاد افغانستان کا لہو لہان میدان آپ کے ارشد تلامذہ کے ایمانی جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔
 روسی افواج کی ذلیل واپسی اور اندرون ملک نفاذ شریعت کے لئے شریعت محاذ کی شکل میں صحیح راستہ کی نشاندہی
 اور پھر اپنے ارشد تلامذہ دور حقایقہ کے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور زمانہ دارالعلوم دیوبند کے قاضی عبداللطیف
 صاحب سے شریعت بل پیش کرنے اور پھر متحدہ شریعت محاذ کی ہدایت کر کے قوم کی صحیح مذہبی سیاسی اور روحانی
 راہنمائی کر دینے کے بعد آپ کو اتباع سنت نبویؐ میں فسبیح محمد دہلک واستغفرہ کی ہدائے حقانی آخر کیوں
 نہ پہنچتی۔ ان فتوحات کی تخم ریزی کے بعد تو آپ کا ناسوتی دنیا میں رہنا خلاف سنت سا معلوم ہوتا۔

اللہم فتخمدہ بفقرانک واسکنہ بمسرحہ جناتک واللہم فلا تمہنا اجرہ ولا تنقنا بعدہ
 اب افغانستان میں مجاہدین کے ذریعہ صحیح اسلامی حکومت قائم کرانا اور پاکستان کے تمام عدالتوں کو ظلم وعدوان اور کفر
 و طغیان کے ظالمانہ قوانین سے نجات دلانا اور ان کی جگہ جمہوری تقاضوں کے عین مطابق فقہ حنفی کی تشریح و تفصیل کے ساتھ
 قرآن و سنت کے عادلانہ قوانین کو نافذ کرنا آپ کے لائق تلامذہ مخلص معتقدین اور غیر اسلامی سیاست کی نجات
 سے پاک ذہن اور نیک طینت متوسلین کا اولین فریضہ بنتا ہے۔

وفقنا اللہ وایاہم لما یحب ویرضاہ وعصمنا وایاہم من النعی والہیل الی الشیطان

نحم المدرس کلاچی میں تین دن تک قرآن مجید کے ختم ایصالاً للصلوات ہوتے رہے

مولانا محمد سالم ہتھم | ریڈیو کے ذریعہ استاذ محترم، استاذ الاساتذہ عارف باللہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب
 وقف دارالعلوم دیوبند | قدس سرہ العزیز کے حادثہ وفات کی المناک اطلاع کوہ الم بن کر گری۔ انا
 لہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ راقم ناکارہ کی عالمی نگاہوں نے بہت سے حضرات اکابر رحمہم اللہ کی زیارت کا شرف اپنی
 تہبہ سستی کے باوجود حاصل کیا ہے۔ اس لئے حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت
 ایک کی پیرالم اطلاع سن کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ مرجع الافاضل، فخر الامثل، حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب
 قدس سرہ کا نمونہ علم وحلم، استاذ الاساتذہ حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاویؒ کے معقول ومنقول علوم پر جامعیت۔ حضرت
 مولانا محمد دریسؒ کی قرآنی بصیرت، حضرت اقدس مولانا اعزاز علیؒ کی ادب آموز سلاست، حضرت اقدس مولانا سید
 اصغر حسین میاں صاحب کی چہ تاثیر وقت نظر سے آج یک دم ہم خدام عہد دم ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت ہر مبالغہ سے
 خالی ہے کہ صرف اپنی اکابر ہی کی نہیں بلکہ اور دیگر اکابر کی بھی علمی اور معنوی خصوصیات و امتیازات کو اللہ تعالیٰ نے
 اپنے خصوصی فضل و کرم سے اس برگزیدہ ذات میں جمع فرمادیا تھا۔ حق تعالیٰ حضرت کو اعلیٰ عین میں مقام کریم عطا فرمائے۔
 حضرت مرحوم ایک جبل علم تھے۔ اس لئے ان کی جدائی کا حادثہ فاجعہ آں محترم با آپ کے موقر خاندان ہی کا نہیں بلکہ

ملت اسلامیہ کی پوری علمی برادری کا ایک ناقابل تلافی نقصان عظیم ہے۔ آپ کے لئے اور جملہ خاندانہ کریمہ کے لئے صبر و اتباع کی مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ ”کل نفس ذائقۃ الموت“ کے پیش نظر اس کے سوا کیا عرض کیا جاسکتا ہے۔

فلک جام، جہاں ساقی اجل سے خلائی نیست اصلاً پیچ کس را
خلائق بادہ کو شش مجلس سے ازیں جام ازیں ساقی ازیں سے

وقف دارالعلوم دیوبند میں حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کے لئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی گئی۔

مولانا محمد عجب اللہ | اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کا وقت مقرر تھا اپنے وقت پر دنیا
مدیر ماہنامہ مناقب سے نشر لیں گے۔ اپنی نیک اور مبارک زندگی میں انہوں نے آخرت کے لئے جو بڑا

خیر بنایا وہ یقیناً اس کی آسودگی اور راحت میں ہوں گے۔ نقصان تو ہم بد نصیبوں کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمت سے محروم ہو گئے۔

آنچہ از ما گم شدہ گرا ز سلیمان گم شدی
ہم سلیمان ہم پری ہم اہرمن بگریستی

مولانا محمد رحمت اللہ | صرف مجھے ہی بلکہ ہمارے پورے ادارے ”جامع محمدی ضلع جھنگ“ میں یہ خبر نہایت ہی
سابقہ رکن قومی اسمبلی جھنگ غم و افسوس کے ساتھ پڑھی گئی۔ یہ ادارہ آپ کے غم میں برابر کا شریک ہے جامعہ کے عملہ

نے مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا۔

محمد انوار الحق قریشی | ایک کام کے سلسلہ میں اچانک مدرسہ خیر المدارس جانا ہوا تو وہاں علماء و طلباء سب قرآن
ایڈوکیٹ ملتان | خوانی میں مصروف تھے۔ دریافت پر حضرت شیخ الحدیث کی وفات حسرت آیات کا علم ہوا

قرآن خوانی میں شامل ہو گیا۔ اور حضرت فارسی صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت مرحوم کی سیاسی بصیرت اور قومی اسمبلی
میں اسلام و شریعت کے بارے میں ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کا موقع ملا۔

جناب مولانا مجاہد حسینی | حضرت شیخ قدس سرہ کی علمی عظمت اور آپ کی دینی وجاہت کا برصغیر پاک و ہند
میر صوت الاسلام کے تمام علمی، ملی اور سیاسی حلقوں میں جو اعتراف اور احترام پایا جاتا ہے وہ اظہار شمس

ہے۔ یقین جانتے۔ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی وفات کی خبر سے یوں محسوس ہوا جیسے تیز روشنی کا بلب یک لحظ بجھ گیا ہو

اور ہر طرف گہرا اندھیرا چھا گیا ہو۔ حضرت شیخ کی ذات گرامی واقعی اس ظلمت کدہ جہالت و ضلالت میں مینار رشد و ہدایت

کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی وفات سے نہ صرف برصغیر پاک و ہند بلکہ دنیائے اسلام کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ اور عالم اسلام

ایک جلیل القدر محدث و فقیہ، ایک ممتاز عالم دین اور ایک بلند پایہ قومی و ملی رہنما اور سیاستدان سے محروم ہو

گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کی مغفرت فرمائے۔ انہیں اپنے خاص جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور آپ

حضرات کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق سے نواز تے ہوئے صبر اور استقامت بخشے۔ آمین

مولانا محمد تقی عثمانی
جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان

حضرت قدس سرہ کے ساتھ وفات کی خبر دل و دماغ پر بجلی بن کر گری۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

حضرت کی ذات بابرکات ہم سب کے لئے ظلمتوں کے اس گردِ آب میں وہ عظیم سہارا
نقصی جس کے تصور ہی سے قلب میں سکین اور شہدک کا احساس ہوتا تھا۔ اکابر کے سامنے ایک ایک کر کے اٹھ چکے
ہیں۔ حضرت کا تصور کر کے اپنے عہد کے فلاس کا احساس کم ہوتا تھا آج یہ مبارک سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ انا اللہ وانا الیہ
راجعون دل میں خواہش تھی کہ ناز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہو جاتی۔ لیکن اطلاع رات کو ایسے وقت ملی کہ پہنچنا
ممکن نہ تھا اور اس طرح اس سعادت سے بھی محروم رہی۔ ہماری طرح دارالعلوم کے اس تذہ وطلبہ اس حادثے سے بے حد
متاثر ہیں اور سب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ وہ یتیم ہو گئے ہیں۔

تذہین والے دن دارالعلوم میں تعطیل کر کے ایصالِ ثواب کا اہتمام ہوا۔ تمام اساتذہ و طلبہ شریک تھے اور سب سوگوار
وغمزدہ۔ یہ شعر تو بار بار پڑھا بھی تھا اور متعدد مواقع پر استعمال بھی کیا لیکن اپنے ملک کے حالات کے پیش نظر ہوں محسوس
ہوا کہ اس کا صحیح مصداق آج پیش آئے گا۔

داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی

اک شمع رہ گئی تھی، سودہ بھی خاموش ہے

حضرت کی عنایات اور شفقتیں اور ان کا نورِ عجبم وجود نگاہوں کے سامنے ہے۔ ایک ایک کر کے حضرت کی شفقتیں
یاد آرہی ہیں جب اپنا حال یہ ہے تو آپ اور دوسرے بھائیوں، اہل خانہ اور اہل مدرسہ کی جو کیفیت ہے وہ ظاہر ہے
خاص طور سے آپ کے عظیم صدمے کے ساتھ جو گراں بار ذمہ داریاں آپ پر آگئی ہیں ان کا تصور بھی روح فرسا ہے۔ لیکن
اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جس توانم کے ساتھ حضرت کی صحبت سے فیض یاب کیا ہے۔ اس کے
پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اس صدمے کو سہارنے اور ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی توفیق بھی
مرحمت فرمائیں گے۔ جب وہ کوئی صدمہ یا ذمہ داری دیتے ہیں تو پیر برد بھی فرماتے ہیں۔ حضرت کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں
جن کی موجودگی میں آپ انشاء اللہ تنہا نہیں رہیں گے۔

احقر چونکہ ایسے حادثے سے پہلے دو چار ہو چکا ہے اس لئے اس کی سنگینی کا پورا احساس ہے اور تسلی و تسکین
کے لئے آپ سے کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانے کے مراد ہے لیکن میں اپنا ذاتی تجربہ عرض کرتا ہوں کہ صدمے کی ایسی
شدت کے باوجود حضرت والد صاحب قدس سرہ کی وفات کے بعد میں نے کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کیا۔ اور اب
بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کہیں موجود ہیں اور ان کی رہنمائی حاصل ہے امید ہے کہ انشاء اللہ
آپ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوگا۔

خیر من العباس أجرك بعدہ
واللہ خیر منك للعباس

شیخ الحدیث مولانا علی محمد | حضرت شیخ الحدیث کی وفات حسرت آیات سے سخت صدمہ ہوا۔ حضرت مرحوم بزرگوں کی آخری
بکیر والا | یادگار تھے۔ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو اپنے جوارِ خاص میں جگہ عطا فرمائیں۔ آپ حضرات اہل

پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ ان اللہ ما اخذ دله اما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی

دارالعلوم ہذا میں حضرت کے ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

مدرسہ قاسم العلوم | برصغیر کی عظیم علمی و روحانی شخصیت دارالعلوم حقانیہ پشاور کے بانی و شیخ الحدیث مولانا
نعمان پورہ۔ آزاد کشمیر | عبیدالحق کی وفات پر مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ میں ایک تعزیتی اجلاس ممتاز کشمیری

عالم مولانا امیر الزمان کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مولانا قاری محمد انور۔ مولانا محمد طیب کشمیری۔ مولانا عبیدالحق
مولانا محمد افضل۔ مولانا محمد طیب آف کفل گڑھ۔ قاری عبدالغفور۔ مولانا محمد سعید اور حافظ محمد اکرم نے شرکت کی۔

اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا امیر الزمان نے مرحوم کی دینی و ملی خدمات پر انہیں زبردست خراج عقیدت پیش
کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم نے پوری زندگی تبلیغ اسلام اور اسلام کی سر بلندی کے لئے وقف کر رکھی تھی اور لاکھوں مسلمانوں
کے دلوں کو شمع توحید سے روشن کرایا۔

انہوں نے مزید کہا کہ آج افغان مجاہدین کے قائدین اسی شخصیت کے فیض یافتہ ہیں جنہوں نے ایک بڑی طاقت کو
لوہے کے چنے چبوا گئے۔ مولانا نے کہا۔ کہ مرحوم کی وفات سے برصغیر ایک عظیم شیخ الحدیث سے محروم ہو گیا۔ اجلاس
میں مرحوم کے لئے فاتحہ خوانی کر کے ایصالِ ثواب کیا گیا۔ اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

دیس اٹنا آج عید گاہ قاسم العلوم میں جمعہ اجتماع سے مولانا قاری محمد انور نے خطاب کرتے ہوئے مرحوم کی مذہبی او
ملی خدمات پر انہیں زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ اجتماع میں اجتماعی فاتحہ خوانی بھی کی گئی۔

مولانا مفتی غلام قادر خیر العلوم | حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبیدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات
خیر پور سندھ | کی خبر سن کر احقر اور خیر پور ٹا میموالی کے جملہ دیندار لوگ نہایت غمزدہ ہوئے حضرت

موصوف کی وفات سے جو خلا ہوا ہے۔ اس کا پُر ہونا دشوار نظر آ رہا ہے۔ واقعی حضرت رحمۃ اللہ جیسے حضرات کے حق

میں موت العالم موت العالم پورے طور پر صادق آتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف وقت کے بہت بڑے محدث

فقہ، عابد، زاہد تھے۔ بلکہ آپ اولیائے کاملین کی نشانی تھے۔ اور آپ کی مجاہدانہ زندگی اور مجاہدین کے مرنے کا وصف

وا فر تھا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوارِ رحمت میں اور اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

یہاں مدرسہ خیر العلوم میں تعزیتی جلسہ ہوا۔ مقامی علماء نے خراج عقیدت پیش کیا۔

مولانا مفتی مظہر حسین صاحب | عرض آنکہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی
چکوال وفات باعثِ صدمہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائے اور

جنت الفردوس نصیب ہو۔ آمین

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی علم و تقویٰ سے مزین تھی۔ اب آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئی ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو اور دوسرے صاحبزادگان کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی اتباع میں دارالعلوم حقانیہ کی خدمت کی توفیق دے آپ کو اور ہم سب متنوسلین و خدام کو اتباع سنت اور اتباع صحابہ کرام اور حضور رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفائے راشدین امام اہلغار حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی اتباع نصیب فرمائے۔ فتنوں سے محفوظ رکھے اور اہلسنت والجماعت کو ہر محاذ پر غلبہ عطا فرمائے۔ آمین

مولانا علی اصغر عباسی | استاذ المشائخ والسماذ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ کا
صوبائی خطیب اوقاف پنجاب انتقال ایک بہت بڑا حادثہ ہے حضرت شیخ گذشتہ صدی کے اکابرین اسلام کی عظیم نشانی
تھے۔ آج ہم سب ان کی علمی اور روحانی برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں۔ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ایک کامیاب
زندگی نصیب فرمائی تھی اور انشا اللہ العزیز اگلے جہاں میں اپنے اکابر کے ہمراہ ان کو عظیم خوشیاں نصیب ہوں گی۔

مولانا محمد ضیاء القاسمی | محدث اعظم حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات المذک سے ہم سب
ایک مشفق اور یکتائے روزگار شخصیت کی سرپرستی سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
یوں تو حضرت والا کی شخصیت بے شمار خوبیوں کی مالک تھی۔ لیکن اس انار کی اور بے اعتمادی کی فضا میں
آپ نے جس مثالی کردار سے تمام طبقوں میں غیر متنازعہ شخصیت کے بطور اپنا تشخص قائم کیا یہ آپ کا نمایاں اور
امتیازی کردار تھا۔

آپ ہمیشہ ہی اسلاف کے کردار کی تابندہ و درخشندہ تصویر رہے۔ آپ کا نورانی چہرہ اپنے اکابر کی روشن
تصویر تھا۔ آپ نے ہمیشہ اسلام اور اسلام کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے آج لاکھوں قلوب
اسلام اور علمائے حق کے زہین کارناموں سے منور ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کا صحیح جانشین آپ کو بنائے۔
جامعہ قاسمیہ اور جناح مسجد میں حضرت مرحوم کے لئے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔

مولانا محمد چراغ | مجھے افسوس ہے کہ حضرت شیخ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اظہارِ تعزیت
شیخ الحدیث دیر سے کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں یہاں پر نہ تھا جس کی وجہ سے تاخیر ہو گئی ہے۔

حضرت شیخ مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات سے دینی و علمی حلقوں میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ آپ کا

وجود ہم سب کے لئے سایہ خداوندی اور سرماۓ علم و تقویٰ تھا۔

آپ کے اٹھ جانے سے دینی حلقے واقعی یتیم ہو گئے ہیں۔ اور علمی مجالسیں بے رونق ہو گئی ہیں۔ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

جامعہ کے اس تذکرہ کرام اور طلبہ نے بھی قرآن خوانی کے بعد اپنے تعزیتی اجلاس میں حضرت کی علمی و دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کے انتقال پر ملال کو ملت اسلامیہ کے لئے عظیم صدمہ قرار دیا۔

جماعت مبلغین توحید و سنت | شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا عبدالحق کی وفات پر تجھے اور میرے متعلقین کو زبردست
پاکستان لاہور | افسوس رنج و غم ہوا۔ میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

حضرت مولانا مرحوم کی وفات ملک ہی کے لئے نہیں عالم اسلام کے لئے عظیم سانحہ ہے اور ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ جلد پُر نہیں ہو سکے گا۔ ان کی ساری زندگی اسلامی خدمات کے لئے وقف رہی ان کی اسلامی ملکی ملی قومی عظیم خدمات کو تاریخ فراموش نہیں کی جاسکے گی۔ وہ حق گو اور بے باک عظیم شخصیت تھے۔ آپ توحید و سنت کے عاشق تھے انتہا اللہ ان کے اس مشن کو جاری و ساری رکھا جائے گا۔

تنظیم اہلسنت اسلام آباد | آج مورخہ ۹ ستمبر بعد نماز جمعۃ المبارک تنظیم اہلسنت پاکستان اسلام آباد کا ہنگامی اجلاس مرکزی جامع مسجد منعقد ہوا جس میں نشان حق حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا۔

تنظیم اہلسنت حضرت شیخ الحدیث صاحب کی وفات کو قومی و ملی المیہ تصور کرتی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث کی وفات سے جو علمی و سیاسی خلا پیدا ہو گیا ہے وہ کبھی بھی پُر نہ ہو سکے گا۔

مولانا غلام محمد خلیف مجاڑ | آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی خیر التحال دلی پریجلی بن کر گری علامہ سیلان ندوی کراچی | ماتے افسوس اہل پاکستان ایک ولی اللہ اور مجاہد فی سبیل اللہ شیخ ربانی کے بابرکت

وجود سے محروم ہو گئے۔

پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ میں شہید فیہا الحق جیسا دیندار مخلص اور صاحب نظر سربراہ مملکت پاکستان کو میسر نہ آیا تھا اور ان کی رحلت سے ابھی دل کی ہرجا تازہ تھی کہ پاکستان کی وہ بزرگ ہستی جن پر عارف و دہیٰ یہ ارشاد صادق آتا تھا ہے

واحد کالاف کیو داک دلی

بلکہ صد قرن است آک عبد اعلیٰ

ہم سے رخصت ہو گئی۔ بے بصیرت کیا جانیں کہ اہل اللہ کا وجود کتنی بلاؤں کی ڈھال اور کتنے انعامات الہیہ کے انجذاب کا سبب رہتا ہے۔ (جاری ہے)

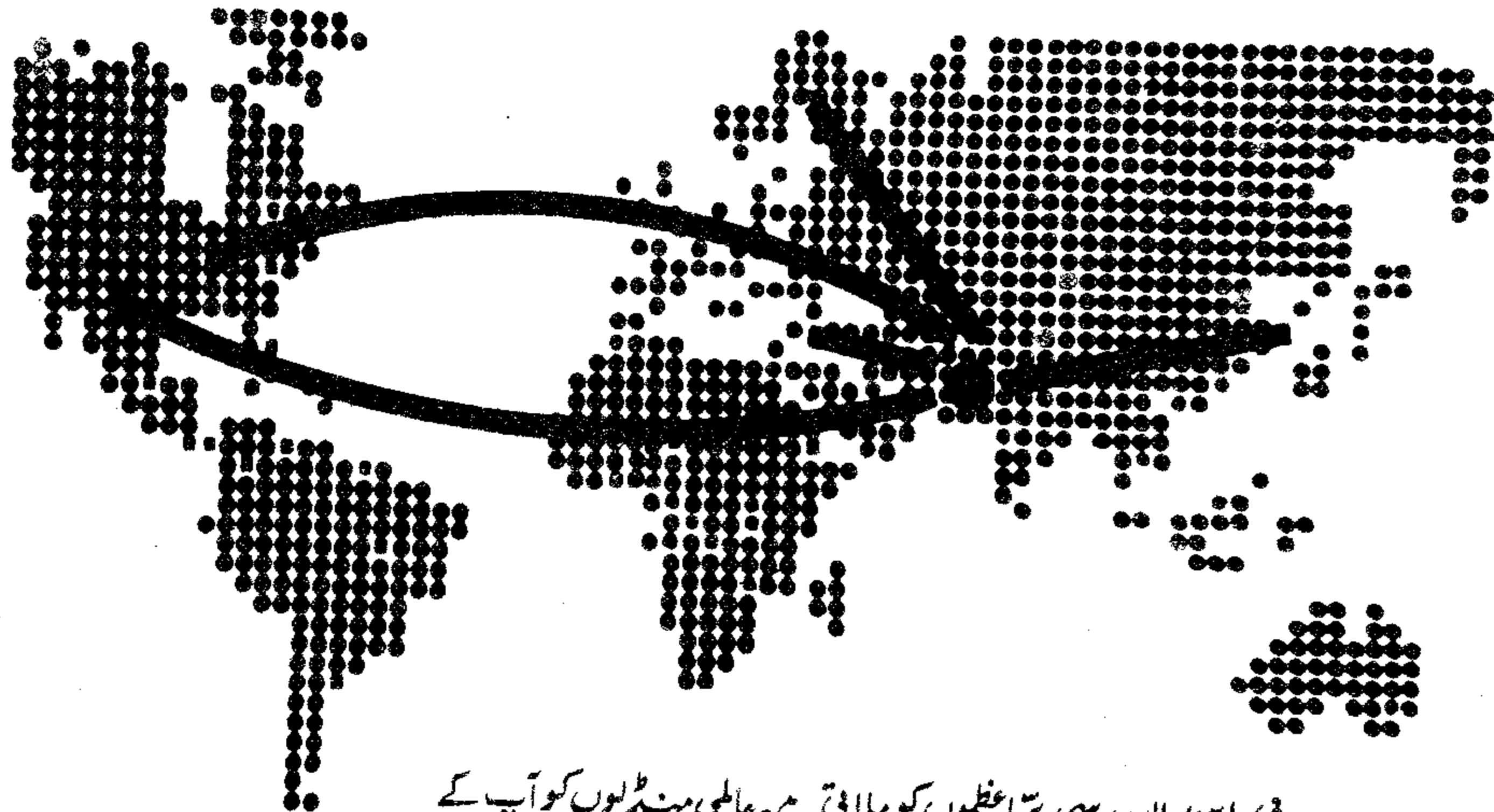
اپنی جہاز راں بمبئی

پی این ایس سی

جہاز

سے مال بھیجئے

بروقت - محفوظ - باکفایت



پی۔ این۔ ایس۔ سی براعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمد کنندگان اور درآمد کنندگان دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔ این۔ ایس۔ سی قومی پرچم بردار - پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہاز راں ادارہ، سائنوں سمندروں میں راواں دواں

قومی پرچم بردار جہاز راں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

پاکستان نیشنل
شپنگ کارپوریشن
قومی پرچم بردار جہاز راں ادارہ



شہیدِ آزادی سید احمد شہید

۱۹۴۷ء میں ہندوستانی عوام نے غیر ملکی تسلط اور غلامی سے نجات حاصل کر کے آزادی کی فضا میں سانس لیا۔ یہ پرامن انقلاب تھا جو ۱۹۴۷ء میں وقوع پذیر ہوا۔ انتقالِ اختیارات کا عمل بغیر کسی خون خرابے کے پورا ہو گیا، لیکن یہ کامیابی نہ ایک دن میں حاصل ہوئی اور نہ قربانی کے بغیر۔ اور دنیا کا کونسا بڑا مقصد ہے جو بڑی قربانیوں کے بغیر حاصل ہوا ہو۔ اس میں بظاہر پرامن انقلاب کے پیچھے قربانیوں کی ایک طویل داستان ہے۔ ہندوستانی عوام نے غیر ملکی استبداد سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک عرصے تک جدوجہد کی استخلاصِ وطن کے لئے بڑی سے بڑی قربانیوں سے دریغ نہیں کیا۔ جابر و مستبد قوتوں کے سامنے سر جھکانے کے بجائے سر کٹانے کو ترجیح دی۔ ہزار ہا لوگوں نے خوشی خوشی پھانسی کے پھندوں کو چوم لیا۔ سنسناتی ہوئی گولیوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور جہادِ آزادی کی شمع کو اپنے خون سے روشن کرتے رہے۔

جنگِ آزادی کا وہ حصہ جو بیسویں صدی سے متعلق ہے خون آلودہ نہیں ہے۔ اس دور میں عوام اور ان سے زیادہ خواص مغلوبیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ اقتدار کی شرکت کے مطالبوں کے ساتھ آئینی حدود کے اندر رہ کر خود اختیاری اور آزادی کے مطالبات کیے جا رہے ہیں۔ جابر قوتوں کی خون آلودگی بھی ختم ہو چکی ہے صرف یہ نہیں کہ بین الاقوامی طور پر ایسے حالات پیدا ہو چکے تھے جن میں خون ریزی کی عالمی سطح پر مذمت کی جانے لگی تھی اور ہر حکومت خون ریزی سے اپنا دامن بچانے لگی تھی۔ جب کہ یورپی ممالک میں ایسی کش مکش شروع ہو چکی تھی کہ کوئی بھی حکومت اپنے ملک یا اپنی نوآبادیات میں خلفشار کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی اور اس سے بھی زیادہ پیچیدہ ہے کہ خونِ مشرق کی آرزو نے ان کی پیاس ہی کو ختم کر دیا تھا اور حریت پسندوں کو دبانے اور پکڑنے کے لئے صرف قید و بند کی سزاؤں کو ہی کافی سمجھا جانے لگا تھا لیکن انیسویں اور اٹھارہویں صدی کی جدوجہد کی داستان خون سے لگیں ہے۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت کو پہلی جنگِ آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن ایسا کہنا اس سے پہلے کی تاریخ کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ آخری مسلحہ مقاومتی جنگ تھی جس میں شکست کھانے کے بعد

اہل ہند کے حوصلے پست ہو گئے۔ آخری مغل تاجدار کو قید کر کے جلاوطن کر دیا گیا اور مغل سلطنت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی گئی۔ مغل سلطنت اور مغل حکمران جن کو ابھی تک برطانوی حکمران ایک آرٹ کے طور پر استعمال کر رہے تھے اور جو ابھی تک اہل ہند کے لئے مرکزیت کا نشان تھے نظر سے ہٹا دیے گئے۔ وحشت و بربریت کا رنگ ناپاچ ہوا۔ اور برطانوی استبداد نے وہ مظالم ڈھائے جو چشم آفتاب نے ان کی مثال کم دیکھی ہوگی۔ جاہلادیں ضبط ہوئیں۔ حویلیاں ڈھائی گئیں۔ بستیاں برباد کر دیں گئیں۔ چوراہوں پر سولیاں گاڑ دی گئیں اور ہزار ہا لوگوں کو پھانسی دی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ پھانسی پانے والوں میں صرف علماء کی تعداد دس ہزار سے متجاوز تھی۔ ۱۸۵۷ء کے اس محاربہ کو اس لئے بھی زیادہ اہمیت حاصل ہوئی کہ اس وقت ہندوستان کی بہت سی چھوٹی بڑی قوتیں ایک فیصلہ کن جنگ کے عزم کے ساتھ اکٹھے کھڑی ہوئی تھیں۔ اور ناکامی کے بعد ان کے پاس یا س و حسرت کے سوا کچھ نہ تھا لیکن تاریخ پر نظر ڈالئے تو ۱۸۵۷ء تک اہل ہند کو غیر ملکی تسلط کے خلاف لڑتے لڑتے ایک صدی گزر چکی تھی۔ یہ درست ہے کہ ان جنگوں کی حیثیت علاقائی تھی۔ لیکن خود انگریزوں کے اثرات بھی علاقائی تھے جن سے باہر یا تو وہ تاجر تھے یا ہندوستانی ریاستوں کی آرٹ میں مطلب ستانی کر رہے تھے۔ مگر بعض عقابانی نگاہوں نے بھانپ لیا تھا کہ یہ علاقیت چند روزہ ہے۔ اگر ان کے بڑھتے ہوئے اثرات کو نہ روکا گیا تو یہ مختصر عرصہ دھیرے دھیرے ساری ریاستوں کو نگل جائے گا۔

سراج الدولہ کی طرف سے پہلی منظم کوشش تھی کہ انگریزوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار، ان کے ظلم و تشدد اور ان کے استحصال کو روک دیا جائے اور وہ بنگال میں اپنی حاکمیت قائم نہ کر سکیں لیکن بیجاری اور لالچ کا برا ہوا کہ اس کے بہت سے امراء انگریزی رشتوں کا شکار ہو گئے۔ میر بخش، میر جعفر، حاکم کلکتہ مانک چند، امی چند اور جلگت سبھٹ وغیرہ نے غداری کی اور سراج الدولہ کو پلاسی کے میدان میں شکست ہوئی۔ اس فتح کے بعد انگریزوں کو نہ صرف کروڑ ہا کروڑ روپے لوٹ کسोट میں حاصل ہوئے بلکہ ان کے لئے شمالی ہند کا دروازہ کھل گیا۔

۱۷۹۹ء میں ٹیپو سلطان کی شکست نے جنوبی محاذ کو صاف کر دیا اور اس شہید حریت کی خون آلود لاش کو دیکھ کر انگریز افسر خوشی سے چلا اٹھے "آج ہندوستان ہمارا ہے"

۱۸۰۰ء میں انگریز فوجوں نے دہلی پر بیغار کی تو دہلی کی حفاظت کے لئے مرہٹے سینہ سپر ہو گئے لیکن تمام قوتوں کو شکست دے کر لارڈ لیک کی ماتحتی میں ان فوجوں نے ۱۸۰۳ء میں دہلی پر قبضہ کر لیا۔ پیشوا کو اس سے پہلے ہی دبا کر معاہدہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جس کی رو سے انگریزوں کی ایک فوج اس کے علاقہ میں رہنے لگی تھی۔ سینڈویا کی فوجوں کو دہلی میں شکست ہو گئی تھی۔ امیر علی خان اور ملکر انگریزی اقتدار پر برابر ضرب لگا رہے تھے ان کو بھی کمزور کر دیا گیا۔ مگر اس وقت نبادشاہ کو معزول کیا گیا۔ نہ تاج اور تخت چھینا گیا۔ نہ ہندو مسلمانوں کے معاشرتی اور مذہبی

امور میں مداخلت کی گئی۔ بلکہ ہندوؤں کے سماجی معاملات پنڈتوں کے اور مسلمانوں کے معاشرتی معاملات قاضیوں کے سپرد کر دیے۔ بس کاروبار کے اختیارات جو ہندو یا مسلمان امراء اور وزراء کے سپرد ہوتے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے لئے تسلیم کر لئے گئے، اسی کی تعبیر وہ فقرہ تھا جو اس دور کے پورے نظام کی تصویر پیش کرتا ہے "یعنی خلق خدا کی، ملک بادشاہ سلطنت کا اور حکم کمپنی بہادر کا"۔ اس صورت حال سے اہل قلم نے بھی سمجھوتہ کر لیا تھا۔ اور عوام الناس نے بھی۔ خواص کے بعض طبقوں کو بھی مذہب، تہذیب اور بادشاہ کے بھی محفوظ ہونے کے پیش نظر عافیت مصالحت میں ہی نظر آنے لگی تھی۔ لیکن بعض دور اندیش حضرات جن کی دور بین نگاہیں مستقبل کی پرچھائیوں کو دیکھ رہی تھیں اور اس صورت کے شواہب کو سمجھ رہی تھیں، سخت مضطرب تھے اور بے بسی کے شدید ہیجان میں مبتلا تھے۔ اسی دوران شاہ دلی اللہ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز کا وہ مشہور فتویٰ سامنے آیا جس سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا۔ ان فتاویٰ کے بارے میں مولانا سید محمد میاں رقمطراز ہیں:-

"فتوے کی زبان مذہبی ہے کہ "دارالحرب" کا اصطلاحی نفاذ استعمال کیا گیا ہے، مگر روح سیاسی ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ:-

- ۱- قانون سازی کے جملہ اختیارات عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔
 - ۲- مذہب کا احترام ختم ہے۔
 - ۳- اور شہری آزادی سلب کر لی گئی ہے۔
- لہذا ہر محب وطن کا فرض ہے کہ اس اجنبی طاقت سے اعلان جنگ کر دے اور جب تک اس کو ملک بدر نہ کر دے اس ملک میں زندہ رہنا اپنے لئے حرام جانے لے
- اس فتویٰ کا اثر کیا ہوا۔

"عام مسلمان جو انگریزوں کے تیز رفتار اقتدار سے ہمت میں رہ گئے تھے اور اپنے اندر ایسی صلاحیت نہیں رکھتے تھے کہ مذہب کی روشنی میں فیصلہ کر سکیں کہ اس اقتدار کے مقابلہ میں ان کا طرہ عمل کیا ہو۔ ان کے لئے ایک راستہ کھل گیا جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ باہمت جنگ جو طلحہ بایجا اس طاقت سے وابستہ ہو گیا۔ جو اس وقت انگریزوں سے برسر پیکار تھی۔ یہ طاقت اس وقت صرف مرہٹوں کی تھی۔

چنانچہ اس دور میں مسلمانوں اور مرہٹوں کی پرانی جنگ ختم ہو گئی۔ اور صرف اتنا ہی نہیں

ہوا کہ مرہٹی علاقوں کے مسلمان مرہٹوں کی فوج میں شامل ہو کر آخر تک انگریزوں سے لڑتے رہے بلکہ شمالی ہند کے بھی بہت سے مسلمان ان علاقوں میں پہنچے اور مرہٹوں کے ساتھ انگریزوں کی جنگ میں شریک ہو گئے۔ خود حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے خاص معتقد اور مرید سید احمد صاحب کو امیر علی خان سنہلی کے پاس بھیجا جو جسونت راؤ ہلکر کے ساتھ ایک عرصہ سے انگریزی طاقت پر مشبہ خون رنے رہے تھے۔

یہ گویا شاہ صاحب کے فتوے کی عملی تعبیر کا آغاز تھا جس کو انجام تک پہنچانے کی کوشش میں سید احمد صاحب نے اپنے بہت سے جانباز ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔ سید احمد رائے بریلی میں ۲۹ نومبر ۱۷۷۶ء کو پیدا ہوئے ان کا خاندان اپنے تقدس اور بزرگی کے اعتبار سے پورے اودھ میں خاص اہمیت رکھتا تھا لیکن بچپن میں وہ رسمی تعلیم کی طرف متوجہ نہ ہو سکے صرف قرآن شریف کو ذوق و شوق سے پڑھا اور اسی سے ان کے دماغ میں یہ بات بٹھ گئی۔

”انسان دنیا میں ذاتی اغراض میں پھنسے رہنے اور ذاتی نفع کو ملحوظ رکھنے کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ منشاء الہی انسان کی پیدائش سے صرف یہ ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی خدمت کرے اور خدا کی مخلوق کی بہتری اور ترقی دینے میں جمیل کوشش عمل میں لائے۔“

سترہ برس ہوئے تو والد کا انتقال ہو گیا۔ تلاش معاش میں لکھنؤ پہنچے مگر وہاں کے معاشرتی حالات سے نالاں ہو کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور دہلی پہنچ کر شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں کم و بیش دو سال رہے اس دوران شاہ صاحب سے ظاہری و باطنی کمالات حاصل کئے۔ اور پھر اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق امیر علی خان کے لشکر میں شامل ہو گئے یہ گویا ان کی پر جوش اور سپاہیانہ طبیعت کی تسکین کا سامان اور ان کی پہلی جنگی تربیت کا گاہ تھی۔ خانقاہی زندگی سے جنگ آزادی کیوں بھیج دئے گئے؟

دہلی پر انگریزی اقتدار قائم ہو چکا تھا جس کے خلاف جہاد کرنا شاہ عبدالعزیز کے نزدیک فرض عین تھا اسی کے لئے انہوں نے سید صاحب کو تیار کیا تھا۔ امیر علی خان نے معمولی سپاہی کی حیثیت سے زندگی شروع کی لیکن دھیرے دھیرے انہوں نے اپنی فوج تیار کر لی۔ وہ جسونت راؤ ہلکر کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف مورچے لے رہی تھی۔ ان کے ساتھ شامل ہونا گویا ایک مذہبی فریضہ ادا کرنا تھا۔ سید صاحب نے وہاں جا کر نہ صرف عملی زندگی کا تجربہ کیا اور جنگی تدبیروں سے واقفیت حاصل کی۔ بلکہ پورے لشکر میں اصلاح و تبلیغ کا کام بھی جاری رکھا لیکن جب ۱۸۱۸ء میں امیر علی خان

کو انگریزوں سے صلح کرنے پر مجبور ہونا پڑا تو سید صاحب ان کا لشکر چھوڑ کر دہلی آ گئے۔ اب وہ درویش ہی نہیں تھے بلکہ ایک آزمودہ کار سپاہی بھی تھے۔ اسی دوران شاہ عبدالعزیزؒ کے بھتیجے شاہ اسماعیلؒ اور داماد مولانا عبدالحیؒ نے سید احمد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ دونوں حضرات اپنے دور کے عالم اہل اور خطیب بے بدل تھے۔ علوم دینی و عقلی میں دست گاہ کامل رکھتے تھے گویا سید صاحب کے رمعی علم کی تلافی ان حضرات کی شرکت سے ہونا تھی۔ یہ بیعت صرف اخلاقی و روحانی نہ تھی۔ بلکہ یہ انقلاب آفرین پروگرام کا آغاز تھا۔ بقول مولانا محمد میاں:

حضرت سید احمد صاحبؒ کے زیر قیادت ایک گروپ بنایا گیا۔ مولانا عبدالحیؒ اور مولانا اسماعیلؒ تھا اس گروپ کے اہم ترین رکن اور سید صاحبؒ کے مشیر خاص قرار دئے گئے ان تینوں حضرات کی سب کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا۔

۱۔ ملک بھر میں دورہ کر کے روح انقلاب پیدا کریں۔

۲۔ رضا کار بھرتی کریں اور ان کو فوجی ٹریننگ دیں۔

۳۔ مالیہ فراہم کریں۔ ۴۔ دیگر ممالک سے تعلقات پیدا کریں۔ ۵۔ فوجی کارروائی۔ باضابطہ جنگ۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے پچیس افراد پر مشتمل قافلہ ۸۸ء میں دہلی سے روانہ ہوا۔ اور ان آزادی کے پروانوں کے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ بھی نہ تھا۔ لیکن خدا پر کامل یقین، مقصد کی سچی لگن، ضبط و تحمل اور قربانی و ایثار کی بے پناہ دولت ان کے پاس تھی۔ یہ دورے ملک و بیرون ملک سات سال تک جاری رہے اور لوگ ساتھ ہوتے گئے اور قافلہ بنتا گیا۔ عبید اللہ سندھی نے ان دوروں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا دورہ بیعت طریقت کے لئے۔ دین کی فہم، اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تلقین اس کا خاص مقصد تھا۔ یہ دورہ ۱۸۸۹ء میں ختم ہوا۔ اور دوسرا دورہ بیعت جہاد کے لئے ہوا۔ ان دوروں میں طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ جسمانی مشقوں سے لے کر فاقہ کشی تک تکلیفیں اٹھانی پڑیں۔ مگر جن لوگوں نے ایک مرتبہ بیعت کی وہ ان سب کو خوشی خوشی جھیلتے رہے۔ مریدوں کے حلقے میں ذکر و مراقب کے بجائے فنون حرب کی مشق ہونے لگی۔ سید صاحب فرماتے تھے۔

”جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے ہتھیار لگاؤ۔ پیٹ بھر کر کھاؤ اور اسلحہ کے استعمال کی مشق

کر و اس سے بہتر کوئی فقیری اور درویشی نہیں“

اسی دوران اپنے مرشد کی ہدایت پر آٹھ سو ساتھیوں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے بھی گئے۔ یہ ایک فریضہ دینی تو تھا ہی لیکن اس کے اور بھی بہت سے مقاصد و مصالح تھے۔

- ۱۔ اس خیال باطل کی تردید کہ اہل ہند سے فریضہ حج ساقط ہو چکا ہے۔
- ۲۔ جماعتی تنظیم کی عملی تربیت
- ۳۔ ایک ایسی جماعت کی تربیت جو عقیدتاً اور عملاً اسلامی سانچے میں ڈھل چکی ہو تاکہ انقلاب ان ہی کے ہاتھوں برپا ہو۔
- ۴۔ یورپی طاقتیں نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے ایشیا کو نرغہ میں لے کر روند رہی ہیں۔ ان کے خلاف ایشیائی قوتوں کو مجتمع کرنے کی کوشش فریضہ حج ادا کرنے کے بعد ۱۸۲۷ء میں اپنے وطن پہنچے اس دوران ہزار ہا لوگوں نے بیعت کی اس سے پورے شمالی ہند میں اخلاقی و سماجی بیداری کے ساتھ ساتھ سیاسی بیداری اور انقلاب کی داغ بیل پڑ گئی جو لوگ اب تک بے حسّی کے ساتھ حالات کا شکار رہتے اب ان کو محسوس کرنے لگے جو بے بسی کے ساتھ ان کو دیکھ رہے تھے کچھ کرنے کی لگن سے بے تاب ہو گئے۔ ناامیدی امید سے اور پست ہمتی حوصلہ سے بدلنے لگی۔ شاہ ولی اللہ نے جس مکمل انقلاب کا نظریہ پیش کیا تھا۔ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہر طرح کی جانی و مالی قربانی کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ جگہ جگہ ایسے افراد تیار ہو گئے جنہوں نے تحریک انقلاب کی نام اپنے ہاتھ میں لی۔ اور اس طرح کلکتہ سے دہلی بلکہ پشاور تک انقلاب پسندوں کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا۔ یہ نرئی ہم جوئی یا اقتدار پسندی نہیں تھی۔ اس لئے اصلاح نفس و اصلاح معاشرت کا عمل بھی جاری تھا۔ اس دوران جو نقصان پیدا ہو گئی تھی اس کا جائزہ لیتے ہوئے ڈاکٹر ہنٹر لکھتے ہیں :-
- "پہلے جو چیز خواب و خیال تھی۔ اب ان کو حقیقی روشنی نظر آنے لگی تھی۔ جس میں انہوں نے اپنی آپ کو ہندوستان کے ہر ضلع میں اصلاحی جھنڈا گاڑتے اور صلیب کو انگریزوں کی لاشوں کے نیچے دفن کرتے ہوئے دیکھا"۔
- یہ سب زمین ہموار ہونے اور کسی حد تک سامان حرب و ضرب بہم پہنچ جانے کے بعد سلسلہ یہ تھا کہ آغاز کار کہاں سے ہو۔ کوئی ایسا مقام نقطہ آغاز نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاں ہر طرف اغیار سے گھر جائیں۔ ملک نہ پہنچ سکے، راستے مسدود ہو جائیں۔ کامیابی کی صورت یہ نظر آتی تھی کہ ہندوستان کے شمال مغربی سرحد کے علاقہ کو اپنا مستقر اور خروج کا مرکز بنایا جائے یہ علاقہ کئی درجہ کی بنا پر عسکری اہمیت کا حامل تھا، دور تک مسلم ریاستوں کا سلسلہ تھا۔ جن سے بڑی امداد ملنے کی توقع تھی۔ خود اس علاقہ کی آبادی ایسے قبائل پر مشتمل تھی جن کی حریت پسندی ضرب المثل تھی لیکن پنجاب کی رکھ حکومت کے ہاتھوں ان کے ناک میں دم تھا۔ پھر بھی وہ آپس میں ہی ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہنے کی وجہ سے اپنی قوت کو ضائع کر رہے تھے ان کو متحد و منظم کر کے ایک ایسی عسکری قوت حاصل ہو سکتی تھی جس کے ذریعہ استخلاص وطن کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا تھا۔

زماں شاہ نے اٹھارویں صدی کے آخر میں ہندوستان پر بلیا کر کے پنجاب کے میدانوں کو روند ڈالا تھا۔ اس کے طوفان کو روکنا نہ مرہٹوں کے بس کی بات تھی، نہ تخت دہلی کی۔ اس کے قدم اگر ایک بار دہلی میں جھٹے تو انگریزوں کی پیشقدمی کے امکان سے مدہوم ہو جاتے۔ لیکن اسی دوران افغانستان میں خانہ جنگی شروع کر دی گئی اور زمان شاہ کو واپس جانا پڑا۔ وہ ۱۷۹۹ء میں واپس جاتے ہوئے رنجیت سنگھ کو پنجاب کی گورنری کا پروانہ لکھ کر بے گیا تھا۔ اس کے زوال کے بعد رنجیت سنگھ نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور ارد گرد کی چھوٹی چھوٹی سکھ اور مسلم ریاستوں کو ختم کر کے بڑی سلطنت قائم کی۔ اور مہاراجہ کالقب اختیار کیا۔ انگریزوں نے اس کی حکومت کو اپنا حلیف بنالیا اور اپنی تدریگری سے سکھوں کو پہلے سندھیا کے مقابلہ پر کھڑا کر کے مرہٹہ قوت کو کمزور کر دیا اور پھر سکھ حکومت کا رخ شمال کے پٹانوں کی طرف موڑ دیا تاکہ خود انگریز شمال مغرب کے خطرے سے بے نیاز ہو کر مفتوحہ علاقوں کو مستحکم کر سکیں۔

حریت پسندوں کے اس قافلے کا پنجاب سے گزر کر سرحدی علاقہ تک پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے جہتھان کے طویل تر اور دشوار گزار راستے کو اختیار کیا گیا۔ گوالیار کی مرہٹہ ریاست اور ٹونک کی مسلم ریاست میں پذیرائی بھی ہوئی اور اردو بھی ملی۔ دس ماہ کا طویل سفر کر کے کوئٹہ سے کابل ہوتے ہوئے یہ قافلہ پشاور پہنچا۔ یہ انتظام بھی رکھا گیا کہ وسط ہند کے علاقوں سے ملک اور مال کی امداد برابر ملتی رہے۔

۱۸۲۷ء میں عارضی آزاد حکومت کی داغ بیل ڈال دی گئی۔ تمام اہل قافلہ نے سید احمد صاحب کو اپنا امیر مقرر کیا اور مختلف شعبہ ہائے نظام کے لئے مختلف افراد کو مقرر کیا گیا۔ تعاون و امداد کے لئے ایران و افغانستان میں سفارتیں بھیجی گئیں۔ سفیروں کے ذریعہ ہندوستان کے مختلف علاقوں سے بھی رابطہ قائم کیا گیا۔ قایدین کے سامنے بہادری سے زیادہ ضروری تنظیم و اصلاح کا کام تھا۔ لیکن یہاں پہنچ کر بھی سکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ سکھوں کی فوجوں سے تصادم شروع ہو گیا۔ بے سرو سامانی کے باوجود کئی جنگوں میں کامیابی ہوئی۔ کافی علاقہ زیر نگین آ گیا۔ عشر کا نظام قائم کر کے مالیات کا بھی انتظام ہو گیا۔ لیکن اس صورت حال سے اصل مقصد دور ہو رہا تھا۔ مختلف والیان ریاست اور خاص طور پر سکھ حکومت کے ذمہ داروں کو جو خطوط اس دوران لکھے گئے ان سے ان حضرات کا عندیہ معلوم ہوتا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی افواج کے جنرل بدھ سنگھ کے نام خط سے یہ چند سطور ملاحظہ ہوں۔

”خدا گواہ ہے۔ ہمارا منشائے دولت جمع کرنا ہے۔ نہ اپنی حکومت قائم کرنا ہے۔ ہم خدا سے

بالا و برتر کے ناچیز بندے ہیں۔ نہ بندگانِ خدا پر جبر و قہر کا کوئی دسوسہ ہمارے دل میں ہے

اور نہ کسی کی حکومت چھین لینے کا کوئی جذبہ۔ ہمارا منشائے وطن کو آزاد کرنا ہے اور بس۔ اور یہ

اس لئے کہ تقاضائے مذہب یہی ہے اور اسی میں رضائے مولا متصور ہے۔“

سید احمد صاحب کے منشا کی مزید تفصیل اس خط میں ہے جو گوالیار کے مرہٹہ سردار راجہ ہندو راؤ کو لکھا گیا وہ

لکھتے ہیں :-

”جناب کو خوب معلوم ہے کہ وہ بیگانے اور اجنبی جو وطن عزیز سے بہت دور کے رہنے والے ہیں دنیا جہاں کے بادشاہ بن گئے ہیں اور سمودا بیچنے والے دکاندار بادشاہت کے درجے کو پہنچ گئے ہیں۔ بڑے بڑے امیروں کی امارت اور بلند مرتبہ رؤسا کی ریاست کو برباد کر دیا گیا ہے۔ ان کی عزت اور ان کا اعتماد بالکل ختم کر دیا گیا ہے۔ چونکہ وہ لوگ جو ریاست و سیاست کے مالک تھے گوشہ گمنامی میں بیٹھ گئے ہیں۔ ناچار چند بے سر و سامان فقیر کمر ہمت کس کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ کمزوروں کی یہ جماعت محض اللہ کے دین کے تقاضے سے اس خدمت کے لئے کھڑے ہو گئی ہے۔ یہ لوگ جاہ طلب دنیا دار نہیں ہیں۔ بلکہ مذہبی اور اخلاقی فرض سمجھ کر اس خدمت کے لئے آئے ہیں۔ مال و دولت کا قطعاً کوئی لاپس نہیں۔ جس وقت ہندوستان کا میدان ان غیر ملکی دشمنوں سے خالی ہو جائے گا اور ہماری کوششوں کا تیر مراد کے نشانے پر پہنچ جائے گا۔ حکومت کے عہدے اور منصب ان کے سپرد ہوں گے جو اس کے مستحق ہوں گے اور انہی کی عظمت و شوکت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گے ہم کمزوروں کو بڑے بڑے رؤسا اور بلند مرتبہ عالم دین سے صرف اتنی بات درکار ہے کہ اہل اسلام کو ان کا دلی تعاون حاصل رہے گا اور مسند حکومت ان کو مبارک ہو“

اس علاقہ کے بہت سے قبائل، جبرگوں اور خوائین نے سید احمد صاحب کی امارت کو تسلیم کر کے بیعت کی۔ چند ہفتوں کے اندر اندر مجاہدین کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ سید صاحب کے ساتھ جو لوگ ایک عرصے سے رہ رہے تھے اور ان کے دامن تدریبیت میں کچھ دن زندگی گزار چکے تھے ان کے اندر للہیت، حق پرستی، صداقت شناری، اخلاص رضا بالقضا۔ صبر و تحمل اور ایثار، قربانی کے جذبات بدرجہ اتم پیدا ہو چکے تھے۔ لیکن ملکی خوائین میں سب نے صدق دل سے ساتھ نہیں دیا۔ اس جدوجہد کے پہلے سال ہی درانی سردار ہار محمد خان نے سکھوں سے ساز باز کر کے اس مشن کو ناکام بنانے کا پورا بندوبست کر دیا۔ وہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی طرف سے پشاور کا باجگزار حاکم تھا۔ یہ ظاہر اپنی آزادی کا اعلان کیا اور سید صاحب کے ساتھ شامل ہو گیا۔ لیکن اس کی نیت صاف نہیں تھی۔ پہلے عین جنگ کے موقع پر سید صاحب کو زیر دلوایا۔ لنگڑا لٹھی ان کی سواری کے لئے مہیا کیا اور پھر حرب مجاہدین کو کامیابی حاصل ہو رہی تھی

میدان جنگ سے اپنے بیس ہزار کاشک لے کر فرار ہو گیا جس سے افراتفری پھیل گئی۔ اور میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ اس طرح کی درغا بازیوں کا سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ اس علاقہ کے لوگ حریت پسندی کی اعلیٰ وسعت کے باوجود کسی ضبط و تنظیم کے عادی نہ تھے۔ جنگ جوں ان کی سرشارت تھی۔ لیکن عسکری نظم سے وہ بالکل بیگانہ تھے۔ اسلامی اصولوں پر مبنی عدل و مساوات اور جمہوریت کا جو نظام سید صاحب کرنا چاہتے تھے وہ نہ ان کی طبیعت سے میل کھاتا تھا نہ ان کی خود غرضیوں کی تسکین کر سکتا تھا۔ بلکہ اس سے ان کے پندار و غرور کو ٹھیس پہنچتی تھی۔ پھر انگریزوں نے بڑی چالاکي سے مذہبی اشتباہات پیدا کر دیے اور بہت سے خوائین اس لشکر مجاہدین سے بدظن ہو گئے۔ یہاں تک کہ سازش کر کے ایک شب میں تمام علاقہ میں متعینہ منتظمین، عوام و حکام کو قتل کر دیا گیا۔ اس میں تقریباً چار ہزار جاں نثاں ہوئیں۔ اور یہ سب ہندوستان سے آئے ہوئے تربیت یافتہ حضرات تھے۔ سید صاحب کے پیغام کی مقبولیت کے باعث قوت میں اضافہ بھی ہوا۔ لیکن ان عوارضات و موانعات کے نتیجہ میں یہ قوت مجتمع ہوئی وہ سب سکھوں کے ساتھ جنگ میں صرف ہو گئی۔ اور جب اہل سرحد کی ان غداریوں سے مایوسی ہوئی تو سید صاحب نے ان علاقوں سے نکل جانے کا ارادہ کر لیا۔ اور غلجین کی جماعت کو لے کر کوچ کیا۔ بھاری آلات جنگ توپ وغیرہ چھوڑ دیے۔ کیونکہ اب مقصد جنگ کرنا نہیں تھا۔ بلکہ دشوار پہاڑی راستوں سے گذر کر کسی ایسے مقام پر پہنچنا تھا جہاں اپنوں کی منافقا چالوں اور غداریوں سے محفوظ رہ سکیں۔ لیکن رہبروں کی عیاری سے سکھوں کے بڑے لشکر کے درمیان گھر گئے اور بالاکوٹ کے مقام پر وہ آخری معرکہ پیش آیا جس میں ۷ مئی ۱۸۵۱ء کو سید صاحب اور ان کے خلص مرید مولانا محمد اسماعیل اور بہت سے دیگر جان نثاروں نے جام شہادت نوش کیا۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

اور ساری تحریک کا شیرازہ بکھر گیا۔

انگریز کی شیطانہ چالیں کہنے یا حالات کی ستم ظریفی کہ سکھوں نے تو وسیع سلطنت کے جوش میں اپنی قوتیں بٹھانوں کو زیر کرنے میں صرف کر دیں۔ پٹھان اور حریت پسند مجاہدین سکھوں سے ملکر اکٹھے ہو گئے۔ اور کچھ ہی عرصے بعد پنجاب بھی انگریزوں کے زیر نگیں آ گیا اور صوبہ سرحد بھی۔ یعنی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی ڈپلومیسی کا یہاں بھی اسی طرح بھرپور مظاہرہ ہوا جیسے ہندوستان کی بہت سی ریاستوں کے ساتھ ہو چکا تھا۔

جیسا کہ شروع میں لکھا جا چکا ہے کہ شاہ عبدالعزیز کی ہدایت کے مطابق سید احمد صاحب نے اور ان کے ساتھیوں نے ۱۸۱۸ء سے ۱۸۵۵ء تک شمالی ہند کے مختلف علاقوں کے دورے کئے۔ اصلاح رسوم اور تبلیغ دین کے ساتھ عوام الناس میں آزادی کی روح پھونکی اس کے نتیجہ میں

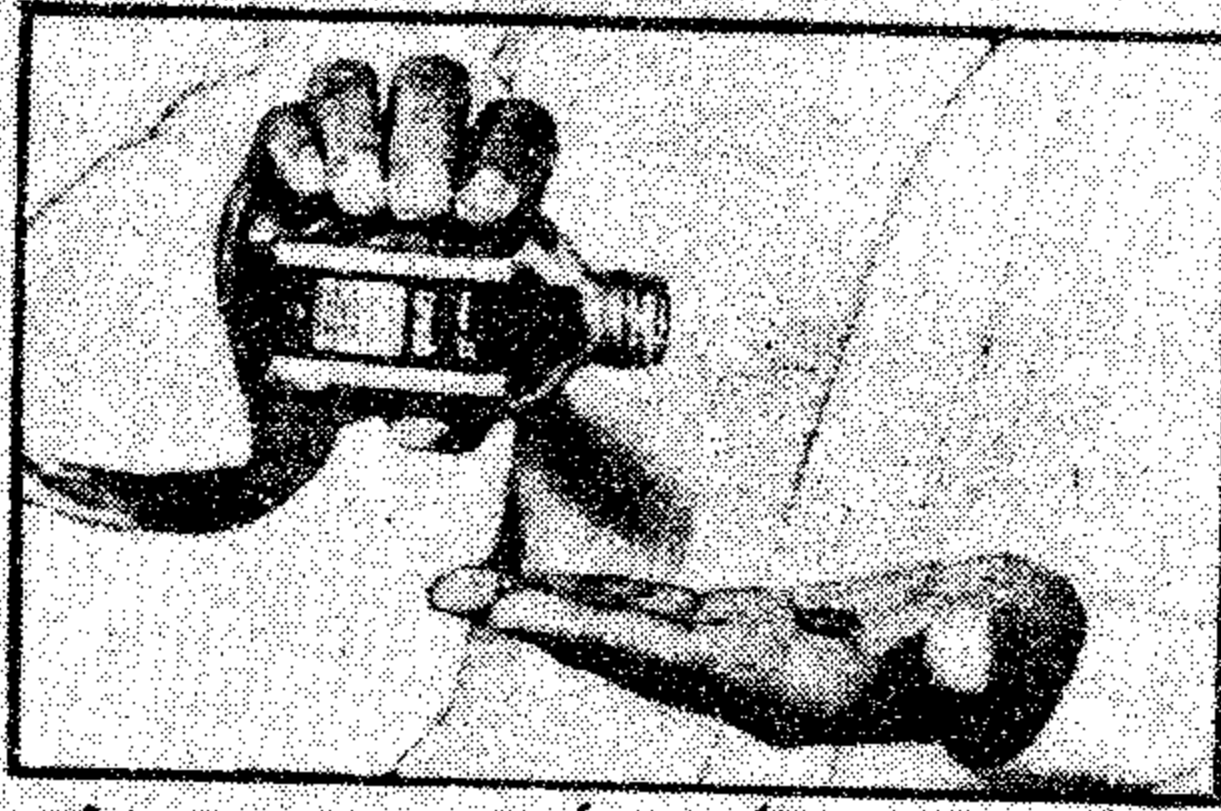
۱۔ لوگوں کی بڑی تعداد سید صاحب کے ساتھ ان کی آزاد فوج میں شامل ہو گئی اور یہ سلسلہ اس وقت بھی جاری رہا۔

کارمینا

نظام ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثر



کوپو دینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزاء کے اضافے سے زیادہ قوی پُرتاثر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔



نئی کارمینا نظام ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

انسان کی تن و رستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظام ہضم درست نہ ہو تو درد، شکم، بد ہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرائی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہو جاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جذب نہیں ہوتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدردی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نجاتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدردی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیقی و تجرباتی کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا



ہم خدمت خلق کرتے ہیں

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے

بچوں، بڑوں سب کے لیے مفید

تشیق روح تخلیق ہے

کسبِ حلال، صدقِ مقال، حسنِ اعمال، خیرِ المال

خداوند کریم نے انسان کو پیدا فرمانے کے ساتھ ہی اس میں وہ تمام قوتیں اپنی حکمت اور علم ازلی کی وجہ سے ودیعت فرمادی ہیں جن کی برکت سے وہ اپنی بدنی تربیت کے لیے انتظام کر سکتا ہے، اسی حکمت کی وجہ سے انسان کو کسبِ معاش اختیار کرنے کا متعدد پیرایوں میں حکم فرمایا جس سے اس امر کی اہمیت اور عظمت واضح ہو جاتی ہے، جیسا کہ عام انسانوں کو خطاب فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ۔ (سورة البقرہ آیت ۱۶۸)

اے لوگو! کھاؤ زمین کی چیزوں میں سے حلال پاکیزہ، اور پیروی نہ کرو شیطان کی، بے شک وہ تمہارا دشمن ہے صریح۔

اسی طرح ایمان والوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُم بِآيَاتِهِ تَعْبُدُونَ۔ (بقرہ ۱۷۲)

اے ایمان والو! کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے بندے ہو۔

اسی مسئلہ کی مزید اہمیت اور عظمت کو واضح کرتے ہوئے انبیاء اور رسل علیہم السلام کو خطاب فرمایا حالاں کہ

انبیاء علیہم السلام کے ہاں تو رزقِ حلال ہی پہنچتا ہے :-

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ (المومنون - ۵۱)

اے رسولو! کھاؤ نیکری (پاکیزہ اور حلال) چیزیں اور کام کرو بھلا۔

ان تینوں آیات کا تفسیری تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ :-

○ رزقِ حلال کھانے والا شیطان کی پیروی سے محفوظ رہے گا۔

○ رزقِ حلال طیب کھانے والا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا۔

○ طیبات سے اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا ہوگی۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رزقِ حلال کی طلب اور اس کی برکات کو یوں ارشاد فرمایا کہ:-
 ”کسبِ حلال کے طلب کرنے کو دوسرے فرائض نماز روزہ وغیرہ کے بعد ایک فریضہ قرار دیا“ (ترجمہ مشکوٰۃ)

اور اس کو سب ذرائع حصولِ مال و دولت سے اطمینان قرار دیتے ہوئے فرمایا:-
 ”سب سے پاکیزہ وہ رزق جو تم کھاتے ہو یہ وہ ہے جو تم اپنے کسب کی برکت سے کھاتے ہو“ (ترجمہ مشکوٰۃ)
 رزقِ حلال کی عظمت اور فضیلت کو یوں بیان فرمایا:-

”سب سے بہتر وہ خوراک ہے جو اپنے دونوں ہاتھوں کی محنت سے حاصل کیے ہوئے رزق ہو، یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے نبی داؤد علیہ السلام بھی اپنے دونوں ہاتھوں کے کسب کی کمانڈ سے کھایا کرتے تھے“ (ترجمہ مشکوٰۃ)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رزقِ حلال کی عظمت کے لیے حضرت داؤد علیہ السلام کی زندگی کو بطور نمونہ پیش فرمایا، اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ۔۔۔۔۔ نہ تو تقویٰ رزقِ حلال کی طلب سے مانع ہو، اس لیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صاحبِ کتاب نبی تھے۔ جب صاحبِ کتاب نبی علیہ السلام دونوں ہاتھوں کی مزدوری سے حاصل شدہ رزق تناول فرماتا ہے تو دوسرے لوگ اس کو کیوں عار اور شرم سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔ اور نہ ہی حکومت اور سلطنت رزقِ حلال کی طلب سے مانع ہو اس لیے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فلسطین کے بادشاہ بھی تھے مگر قومی مال سے کھانے کے بجائے اپنی محنت اور مشقت کو ذریعہ معاش بنایا تھا۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام تجارتی حضرت ادریس علیہ السلام خیاطی، حضرت ابراہیم علیہ السلام بن آزی کا کام کرتے تھے حضرت یونس علیہ السلام کی والدہ ماجدہ صُوت کا تار تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی عمر میں اہل مکہ کی بکریاں چرائی ہیں۔ اور ایک روایت میں یہ بھی فرمایا کہ ہر نبی علیہ السلام نے گلہ بانی فرمائی ہے۔ اس گلہ بانی سے حاصل شدہ رزق آپ کا وسیلہ معاش تھا، حالانکہ آپ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب سربراہِ مکہ تھے، مال و دولت موجود تھا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مزدوری سے رزق حاصل فرمایا، حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت کیلئے لے جایا کرتے تھے عطاءِ نبوت کے بعد یوں ارشاد فرمایا:-
 ”میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے ہے، یعنی غلبہ اسلام کے لیے جو جہاد کیا جاتا ہے اس میں سے جو مجھے مالِ غنیمت ملتا ہے وہ میرا رزق ہے۔

اسی طرح تمام صحابہ کرامؓ، ائمہ حضرات، علماء سابقین نے محنت کی اور مشقت سے اپنا رزقِ حلال حاصل کیا اور

اس کو عار نہیں بلکہ عزت سمجھا چنانچہ حضرت علیؓ کو اللہ وجہ کی مشہور رباعی ہے ۷

لنقل الصخر من قعر الجبال احب الى من من الرجال

يقول الناس في الكسب عا فقلت العار في ذل السؤال

کسب کو معزز سمجھنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ چوم لیے جو رزق حلال کے لیے پتھروں کو کوٹ کر روڑی بناتے تھے۔ رزق حلال کے لیے کسب کرنا بہت بڑی عبادت ہے، جیسا کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ — ”بعض ایسے گناہ ہیں جو دوسری عبادتوں سے بھی معاف نہیں ہو سکتے لیکن جب ایک آدمی رزق حلال کی تلاش میں پریشان رہتا ہے اس کے وہ ناقابل معافی گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں —“

چنانچہ کسب حلال کو عزت اور عبادت سمجھتے ہوئے سابقہ دور میں علماء کرام اور اولیاء عظام نے کوئی نہ کوئی کسب رزق حلال کے لیے اختیار کیا جن کے اسماء گرامیہ کے ساتھ حداد، غزال، دہان، رمان، بھصاص، نھصاف، بزاز وغیرہ ایسے القاب موجود ہیں جو کسی نہ کسی کسب حلال کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اور اتھرق کا یہ خیال ہے کہ ان کی مرتبہ کتابوں کو اسی لیے برکت عطا ہوئی کہ ان کا رزق حلال تھا اور اس سے دل و دماغ میں تقویٰ اور خلوص پیدا ہوا، اس دماغ سے جو بات نکل اور اس قلم نے جو بات لکھی وہ مقبول خلائق بنی، چنانچہ رزق حلال کی چند برکات ذکر کی جاتی ہیں :-

(۱) رزق حلال کھانے سے نیکی کی طرف رغبت اور بدی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کا مشاہدہ آج بھی کیا جاسکتا ہے رزق حلال سے اللہ تعالیٰ کے ہاں دعا قبول ہوتی ہے — (۲) رزق حلال کا متلاشی سارا دن تقریباً اپنی محنت میں مصروف رہتا ہے اس لیے وہ لایعنی امور، اخلاقی گراوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہتا ہے — (۳) رزق حلال کا متلاشی فرد اور قوم اپنی ضروریات کی خود کفیل بن جاتی ہے، دوسری اقوام اور دوسرے ممالک کی محتاج نہیں رہتی — (۴) رزق حلال سے پیدا ہونے والی اولاد عموماً نیک صالح، محنتی، والدین کی اطاعت شعار ہوتی ہے — (۵) رزق حلال کی طلب سے قوم سے رشوت، سود خوری، گراں فروشی وغیرہا مہلک اقتصادی امراض کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اس کے برعکس — رزق حرام سے پیدا ہونے والی بدی اور دماغی قوت نافرمانی کی طرف رغبت کرتی ہے، اور وہ انسان اللہ تعالیٰ کے ہاں اس قدر مردود ہو جاتا ہے کہ اس کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی — رزق حرام کے لیے محنت کرنے والے افراد اور قوم اپنا سارا وقت غیبت، غلط منصوبہ سازی وغیرہ میں صرف کر دیتے ہیں — رزق حرام کی متلاشی قوم اور افراد دوسروں کی محتاج رہتی ہے — رزق حرام سے پیدا شدہ اولاد عموماً بد اعمال اور والدین کی نافرمان ہوتی ہے — رزق حرام کا طلب کار گراں فروشی، سود بلکہ قتل تک کے کبیرہ گناہ کا مرتکب بن جاتا ہے۔ آج کے دور میں اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں اس مضمون کو شاہ زادہ بلخ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد پر ختم کیا جاتا ہے، جب آپ سے

تمام ریاضت، مجاہدات کا لُب لباب اور خلاصہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”رزق حلال“

چنانچہ رزق حلال کی اہمیت اور عظمت پر علماء کرام نے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جیسا کہ علامہ نرسنگی نے ایک مستقل کتاب کتاب الکسب کے نام سے تحریر فرمائی جو ان کی مبسوط کتاب مبسوط نامی میں شامل ہے مگر سب سے زیادہ مفصل اور محققانہ کتاب علامہ سمعانیؒ کی کتاب الانساب ہے جو ابھی تک اس لیے غیر معروف تھی کہ ایک تو وہ عربی زبان میں ہے دوسرا اس مادی دور میں ایسی کتاب کی نہ توجہ تھی اور نہ ہی اس کے مطالعہ کا شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ فاضل نوجوان، محقق دوران مولانا عبد القیوم حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ کو عزائم خیر دے کہ موصوف نے اپنی تدریسی اور دوسری علمی مصروفیات سے وقت نکال کر اس عظیم کتاب کا مطالعہ فرمایا اور پھر اس پر اپنے موضوع سے متعلق چیدہ چیدہ شخصیات کا انتخاب کر کے ”الانساب“ اور اسماء الرجال اور تاریخ کے دیگر مستند ماخذ سے استفادہ کر کے دلچسپ اور خاص انداز تحریر میں مضامین لکھ کر ملک و بیرون ملک کے نامور علمی، دینی جرائد میں عام فائدہ کے لیے شائع فرمایا جو ماہنامہ ”آئینہ“ میں ”علامہ سمعانیؒ سے ملاقات“ کے عنوان سے قارئین کی دلچسپی اور ذوق مطالعہ و استفادہ کا بطور خاص مطلع نظر رہا۔ خدا کرے کہ موصوف اب اس کا جوہر اردو زبان میں مستقل کتابی شکل میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کریں تو زیادہ نافع الخلاق ہو۔ اس گناہ گار کی رائے میں ان مضامین کی کتابی شکل میں اشاعت اس لیے بہت ہی ضروری ہے کہ اس سے ان طبقات کی دینی حوصلہ افزائی ہوگی جو رزق حلال کے لیے مختلف مکتا اختیار کیے ہوئے ہیں، اور سوسائٹی میں ان کو معزز مقام حاصل ہو جائے گا۔

۱۔ گلا گھونٹ کر مار ڈالے۔ اس اعتبار سے طلاق کا ضابطہ ایک صالح معاشرہ کی تعمیر کے لیے بہت ضروری ہے جو اکثر حالتوں میں مرد یا عورت کی جان بچاتا ہے۔ بلکہ واقعہ کے اعتبار سے اس میں عورتوں کی زندگی محفوظ رہتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلامی شریعت کے اس ضابطہ پر اگر صحیح معنی میں عمل کیا جائے تو اول تو طلاق کی نوبت ہی نہیں آتی۔ اور اگر آئے بھی تو اس صورت میں مصالحت کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ ہاں خرابی صرف بیک وقت تین طلاقیں کی صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود آج مسلم معاشرہ میں طلاقیں کی اتنی بھرمار نہیں ہے جتنی کہ مغربی ممالک میں پائی جاتی ہے اور اس سلسلے میں مخالفین کی جانب سے جو اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ حد درجہ مبالغہ آمیز ہوتے ہیں جس کا مقصد محض اسلامی قانون کو بدنام کرنا ہے۔

۲۔ جب سید صاحب سرحدی علاقے میں مصروف پیکار ہو گئے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے اس لشکر میں شامل ہوئے۔ دلوں کی تعداد کم دہشیں آٹھ ہزار بتائی جاتی ہے۔ ۲۔ مالی امداد بھی ملک کے گوشے گوشے سے حاصل ہوتی رہی۔ ۳۔ ملک کے مختلف علاقوں میں ایسے افراد تیار ہو گئے جنہوں نے آگے چل کر حریت پسندوں کی تنظیم کو سنبھالا خصوصاً بنگال اور بہار میں ایسے متعدد مراکز بن گئے تھے۔

۴۔ ۱۸۳۱ء میں واقعہ بالاکوٹ کے بعد بھی روح آزادی زندہ رہی جس کا نقطہ خروج ۱۸۵۷ء تھا۔

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

قرنِ اوّل کی اداؤں کا ایس بھی چل بسا!

- ع۔ عرشِ اعلیٰ پر بسا ہے حشر فریاد و فغاں ہائے رخصت ہو گیا دنیا سے وہ شیخِ زماں
ب۔ بن گیا تاتم سہرافت دیوبندی میکدہ کون ہو گا ساقی مہوش برائے تشنگاں
و۔ داغِ فرقت دے گیا وہ پیکرِ صدق و صفا دلہیں اب قی نہیں ہے طاقتِ ضبطِ فغاں
ا۔ الوداع اے آفتابِ علم و عرفاں الوداع ماہتابِ بند و تقویٰ رازِ دانِ کن فکاں
ل۔ لالہ و نگس میں بہم وہ لالہ یزدی نہیں بارِ غم سے منتشر ہے گلشنِ بزمِ جہاں
ح۔ حسرت و سماں کا اک دریا ناپید اکنا موجزن ہے ہر دلِ مومن میں یاربِ الاماں

ق۔ قرنِ اوّل کی اداؤں کا ایس بھی چل بسا

ہائے فانی وہ امامِ ملتقیں بھی چل بسا

جدید ترین آلومینک پلانٹ پر تیار کردہ

UNIFOAM



جہاں آرام کا نام آیا۔ آپ نے یونی فوم کو پایا

Stockist:

Yusaf Sons

Babu Bazar, Rawalpindi Saddar Phone 66754-66933-66833

تیار کردہ
UNITED FOAM INDUSTRIES LTD.

LAHORE—PAKISTAN

Tel: 431341, 431551

★ امام بخاری کے مزار پر مولانا عبدالحق کے لئے تعزیتی تقریب
★ شیخ الحدیث مولانا محمد رفیع سسوار خان کو صدمہ

افکار و تاثرات

قارئین بنام مدیر

امام بخاری کے مزار پر بخاری دوران محترم: آپ کو معلوم ہی ہے کہ احقر اور مولانا محمد یوسف قریشی روس کے مسلمانوں مولانا عبدالحق کے لئے تعزیتی مجلس کی دعوت پر ۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کو تاشقند، بخارا، سمرقند اور خرتنگ وغیرہ کے تبلیغی دورے پر گئے تھے۔ وہاں پر بہت سے اسلامی مراکز اور عبادت گاہیں جن سے ہمارا تائبناک ماضی وابستہ ہے کو دیکھ کر کوئی بھی درود دل رکھنے والا مسلمان آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جہاں سے پوری امت مسلمہ کی راہ نمائی اور دینی تربیت ہوئی تھی اور جہاں سے اہل اسلام اپنے سینوں کو منور کرتے تھے۔ آج وہ مراکز اسلام کس میسرسی کے عالم میں اپنے ہر ایک زائر سے ملتجانہ انداز میں مسلمانوں کے انتشار و افتراق اور اختلافات کی دلدل میں پھنس کر اپنے اصل مقاصد اور اہداف سے انحراف پر نوحہ کناں ہیں۔

تاشقند میں ظہر کی نماز کے بعد مسجد زین الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ خوانی ہوئی اور عصر کی نماز اسی شہر کی ایک دوسری مسجد، مسجد خواجہ غلبہ دار میں ادا کی۔ یہاں جب پہنچے تو ہیبت سے کلیجہ منہ کو آڑ لایا تھا۔ پتہ نہیں کیا سبب ہے؟

استفسار کرنے پر پتہ چلا کہ یہاں پر اسلام کی اولوالعزم شخصیت اور آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صحابی رسول مدفن ہیں۔ یہ صحابی مدینہ منورہ سے تبلیغ اسلام کے لئے صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ علم اسلام ان کے ہاتھ میں تھا تو اسی نسبت کے حوالے سے علمبردار کے نام گرامی سے مشہور ہو گئے۔

احقر جس مزار پر بھی حاضر ہوا تو علم اور شاعت اسلام کی نسبت اور حوالے سے قبلہ و کعبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نظروں کے سامنے رہتے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھ جاتے۔ حضرت ابو بکر ثقیل مصنف کتاب اصول تشاشری کا مزار ہو یا تم زاد رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے برادر عترم کا مرقہ۔ مگر ان لمحات کو احقر زندگی نہیں بھلا سکتا جس وقت خرتنگ میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے مرقہ مبارک پر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔ اس وقت سمرقند، بخارا اور خرتنگ کے علماء کرام اور دانشمور حضرت شیخ الحدیث کی فاتحہ خوانی میں شریک تھے۔ احقر نے اپنے بیان میں مختصر الفاظ میں حضرت شیخ الحدیث کا لونا

کرتے ہوئے کہا کہ آپ نے اپنی ساری عمر بخاری شریف کے درس و تدریس میں گزاری۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر فرزند تھے۔ اسی نسبت اور حوالے سے سمرقند، بخارا اور خرتنگ کے علماء کرام اور ہم سب نے آپ کی تعزیت حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ کیونکہ آپ کے جلیل القدر روحانی فرزند اور جانشین کی تعزیت اور کس سے کی جاتی؟

مرقد حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر سمرقند کے مفتی اعظم شیخ مصطفیٰ اور مسجد امام بخاری میں منعقدہ تقریب میں فاتحہ خوانی اور تعزیتی کلمات خرتنگ کی ممتاز ترین شخصیت شیخ عثمان خطیب و امام مسجد حضرت امام بخاری نے فرمائی۔ احقر کو یہ سعادت میسر رہی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ سے سفر و حضر میں انتہائی قربت رہی ہے آپ جب کبھی بھی حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک لیتے تو آپ کا سر اور نظروں ادب و احترام کی وجہ سے جھک جاتیں۔ آپ بخاری کا نام انتہائی ادب و احترام کے ساتھ لیتے۔ اس سے اندازہ ہوتا کہ آپ کو کتنی محبت اور عقیدت اور تعلق خاطر تھا۔ حضرت امام بخاری سے اسی نسبت سے احقر نے اہلیان خرتنگ کی طرف سے دئے گئے ظہرانے کے بعد پھر مرقد امام بخاری پر حاضر ہوا اور حضرت امام سے حضرت شیخ کی تعزیت کر کے سمرقند کے لئے رخصت ہوا۔ اسی طرح اس سفر میں تمام مراکز اسلام اور وزارت صحابہ اور بزرگان دین پر حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فاتحہ خوانی ہوئی۔ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ پر احقر نے چند سطور یادداشتیں اور مشاہدات اور مشاہدات کے عنوان سے لکھی ہیں جو ان شاء اللہ عنقریب قومی اخبارات میں چھپ جائیں گی۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ طویل سمع خواہشی پر معافی کا خواستگار ہوں۔ والسلام حقیر۔ اشرف علی قریشی خادم جامعہ اشرفیہ پشاور۔

مولانا محمد سر فراز خان اور شیخ الحدیث مولانا سر فراز خان صفر کی اہلیہ محترمہ اور جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مولانا ابراہیم راشدی کو صدمہ ڈیپٹی سکریٹری جنرل مولانا ابراہیم راشدی کی والدہ مکرمہ کا گذشتہ روز انتقال ہو گیا

اللہ وانا ابہر راجعون۔

مرحومہ کی عمر ساٹھ برس سے زائد تھی۔ اور وہ کچھ عرصہ سے ذیابیطس اور ہائی بلڈ پریشر کی مریدہ تھیں۔ دو ہفتہ سے ان کی طبیعت زیادہ خراب تھی چنانچہ انہیں شیخ زاید ہسپتال لاہور میں داخل کر دیا گیا مگر وہ تین چار روز بیہوش رہنے کے بعد وفات پا گئیں۔

ان کی نماز جنازہ گلکڑ ضلع گوجرانوالہ میں مولانا محمد سر فراز خان صفر نے پڑھائی جس میں ممتاز علماء کرام، سیاسی راہ نمائوں، سماجی شخصیات اور جماعتی کارکنوں کے علاوہ ہزاروں شہریوں نے شرکت کی۔ اور نماز جنازہ کے بعد مقامی قبرستان میں انہیں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مرحوم ایک عبادت گزار اور شب زندہ دار خاتون تھیں اور انہوں نے زندگی کا بیشتر حصہ قرآن کریم کی تعلیم و تدریس میں بسر کیا۔ وہ صبح شام اپنے گھر میں بچیوں اور بچوں کو قرآن کریم حفظ و ناظرہ، ترجمہ قرآن اور بہشتی زیور کی تعلیم دیا کرتی تھیں اور یہ سلسلہ تقریباً پینتالیس سال سے تسلسل کے ساتھ جاری تھا۔ ادارہ الحق اور دارالعلوم حقانیہ اس غم میں برابر کا شریک ہے۔ (۱۱ مارچ ۱۹۵۱ء)

فدائے بکرو قائم ہو کر ایک نفاذ شریعت حضرت مولانا

عبدالحق بانی مہتمم دارالعلوم حقانیہ لاہور و پریست لعلی جمعیت علماء اسلام پاکستان
کے یاد میں

ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور کی بے مثال ادبی کارشیکش

سچ احمد میر شکر

ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت ۲۰/- روپے
۲۲ دسمبر ۱۹۵۸ء کو منصفہ شہر پر آ رہا ہے
چند لکھنے والے:

- حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ
- حضرت مولانا سرغوب الرحمن مدظلہ (دیوبند)
- حضرت مولانا محمد سالم مدظلہ (دیوبند)
- حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
- حضرت مولانا عتیق الرحمن سنبھلی مدظلہ
- حضرت مولانا سید انور حسین نفیس رقم مدظلہ
- حضرت مولانا جسر محمد تقی عثمانی
- جناب پروفیسر ساجد میر
- جناب مولانا کوثر نیازی
- جناب مولانا سعید الرحمن علوی
- جناب مولانا اشرف علی قریشی
- حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ
- حضرت مولانا انظر شاہ مسعودی مدظلہ
- حضرت مولانا محمّد مکی جازی مدظلہ
- حضرت مولانا تاجی منظور حسین مدظلہ
- حضرت مولانا علامہ شاہ بلیم الدین مدظلہ
- حضرت مولانا جٹس پر محمد کرم شاہ الازہری
- حضرت مولانا خواجہ حمید الدین سیالوی
- جناب میاں فضل حق
- جناب مولانا عبد القیوم حقانی
- جناب مولانا عبد الرشید انصاری
- جناب مولانا زاہد الراشدی

لاہور دیگر ممتاز اہل قلم کے رشحات مدظلہ کیجیے

اشتہارات اور سفامین کے لیے سواری رابطہ کریں

سید احمد حسین زید میر ہفت روزہ ترجمان اسلام چوک رنگ محل لاہور پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰
۵۳۵۸۱

شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان مدظلہ

تعارف تبصرہ کتب

کتاب الہیات | تالیف: امام ابو بکر احمد بن عمرو الشیبانی۔ صفحات: ۱۵۰ قیمت ۳۸ روپے

ناشر: ادارۃ القرآن دار المعیوم الاسلامیہ دی۔ ۳۳ گارڈن ایسٹ کراچی۔ ۵

یہ کتاب ان روایات اور احادیث کا مجموعہ ہے جن کا تعلق نفس انسانی کی حرمت اور قتل اور دیت وغیرہ سے ہے۔ اس موضوع پر دوسری کتاب میں اتنی روایات نہیں ملتی۔ کتاب ایک ایک روزگار اور نوادرات میں سے ہے۔ کتاب کا مؤلف امام ابو بکر احمد بن عمرو بن عاصم الغضائک الشیبانی المتوفی ۲۸۷ھ ہے۔ جو اصحاب صحاح ستہ کا ہم عصر اور ان کے ساتھ اکثر شائع میں شریک ہے۔

مؤلف نے اپنی اسناد سے روایات جمع کی ہیں جن میں ثلاثیات بھی ہیں کتاب مختلف ابواب پر مشتمل ہے جن میں ہم مبادیہ نفس انسانی کے قتل کی حرمت اور شریعت میں قاتل کی سخت ترین سزا اور آخرت میں کفار کی طرح قاتل کا عذاب اور قتل خطار کے احکام اور مختلف اعضاء کے قطع کے احکام اور دیات کی تفصیل ہے۔ نیز جراحات کی اقسام اور ان کے بارے میں روایات اور علماء کے اقوال کا بیان ہے۔

احادیث مرفوعہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین عظام کی مختلف آراء بالتفصیل ذکر ہیں بعض روایات کے بعد خود مؤلف تشریح اور توجیہ بھی کرتا ہے۔ فقہ اور قانون میں دیات کا مسئلہ سخت اور مشکل مباحث میں سے ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے کافی حد تک حل ہو سکتا ہے۔

اگر اس کتاب کا رد ترجمہ بھی شائع ہو جائے تو اس کا ہر اعتبار سے نفع عام ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

موجودہ کتاب کی طباعت بہت اعلیٰ اور عربی طائپ خط نسخ میں ہے۔ (محمد حسن جان)

حیات انبیاء کرام | تالیف: مفتی عبدالشکور ترمذی۔ صفحات: ۲۱۶۔ قیمت درج نہیں

صلوٰۃ اللہ علیہم السلام | پتہ: المکتبۃ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور۔ ۱۶

تقریباً ۳۰ سال سے پاکستان کے بعض علمی و دینی حلقوں میں مسئلہ حیات النبی، سماع عند القبر، عالم برزخ اور عذاب قبر اور استشفاع کے مسائل باہمی انتشار و افتراق وجہ نزاع اور زبردست مناظرہ معرکہ آرائی کا سبب بنے۔ بات آگے بڑھی تو توفریقین نے مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اور مولانا احتشام الحق تھانویؒ کو ثالث مان لیا۔ مولانا محمد علی جالندھریؒ اور مولانا حسین اختر نے اس موقع پر اپنے موقف کے حق میں جو دلائل تحریر کر کے ثالث حضرات کی خدمت میں بھیجے، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے ریکارڈ سے انہیں حاصل کر کے ثالثی کے تمام تر پس منظر اور ضروری تفصیل کے ساتھ حیات انبیاء کرام کے نام سے کتابی شکل میں مرتب کر دیا ہے۔ کتابت اور طباعت کی عمدگی نے رسالہ سے افادہ کو مزید دلچسپ بنا دیا ہے۔

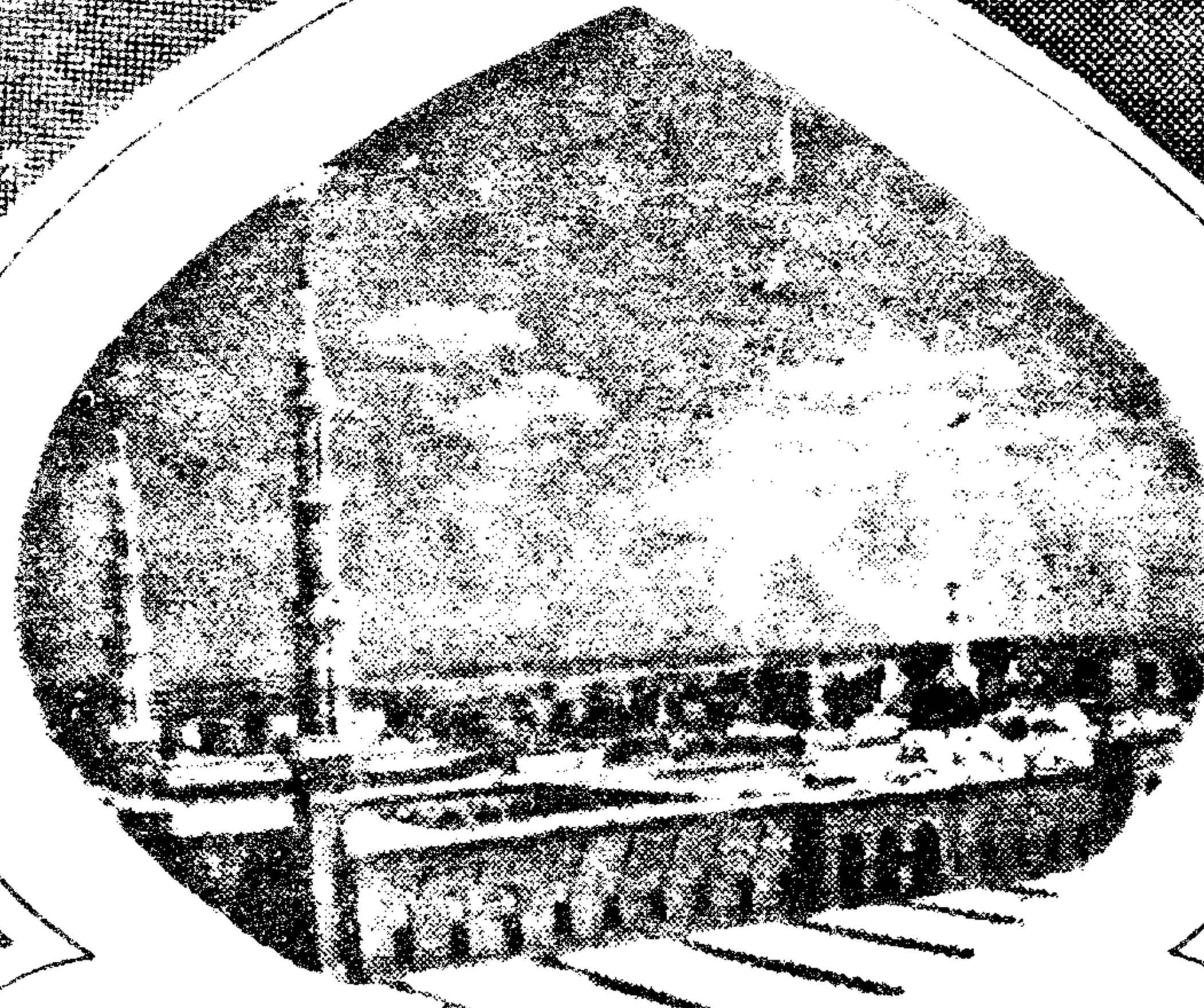
(عبدالمقیم حقانی)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَقُوا اللَّهَ
حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ
إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ وَاعْتَصِمُوا
بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

O ye who believe! Fear God as
He should be feared, and die not
except in a state of Islam. And
hold fast, all together, by the
Rope which God stretches out
for you, and be not divided
among yourselves.



PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED



اُس کے ماتھے کا پسینہ خشک ہونے بھی نہ پائے
 آپ محنت کا صلہ دے دیجئے مسرور کو
 کاش ہر آجر کے ہو پیش نظر قولِ رسولؐ
 حرفِ آخر مان لے دنیا اسی دستور کو
 ہو رسولؐ اللہ کا کردار اگر خضرِ حیات
 خود ہی آدابِ حیات آجائیں گے جمہور کو



TELEGRAMS PAKTOBAC AKORA KHATTAK

TELEPHONES NOWSHERA 498 & 500

PAKISTAN TOBACCO COMPANY LIMITED

AKORA KHATTAK FACTORY P.O. NOWSHERA
N.W.F.P. - PAKISTAN

مؤثر المصنفین کی کتاب - عظیم الشان کاوشیں
ایک نادر و ندرت - ایک عظیم و عظیم شہر

حقائق السنن

(شرح جامع السنن و نام الترمذی)
مؤلف: ابو عیسیٰ ترمذی

• افادات - محدث یگانہ علامہ شیخ الحدیث - مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی
• باہتمام نگارنی - مولانا محمد الی - مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی
• ترتیب و مراجعت - مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی
• حدیث کی جعلی القید کتاب، جامع مذکورہ شیخ الحدیث مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی
• کے درستی افادات و آئین کا عظیم الشان علمی مرکز - مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی
• اہل علم، اساتذہ اور طلباء دور دور حدیث کی ایک جامع کتاب اس کے افادات میں ملے گی۔

• حدیثی و فقہی مباحث کا شاملا
• مرکب الآراء مباحث پر فقہانہ اور فکریہ کلام
• نقد احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ
• حدیث سے متعلق سیر حاصل و اصل پر مشتمل مقدمہ
• ۶۹۰۰ حدیث کی تقریباً نصف سے زیادہ حدیثیں
• ایک سو گیارہ اواب پر مشتمل ہے۔
• کاغذ، کتابت و طباعت - جلیبی جلیبی - مولانا عبد اللہ بن محمد بن علی بن داود الترمذی - قیمت ۱۲۵ روپے
• علماء اہل علم و ہر کس کے لئے نادر و ندرت۔

مؤثر المصنفین - دارالعلوم خٹائیہ - کوڑو شاہ - ضلع پشاور

